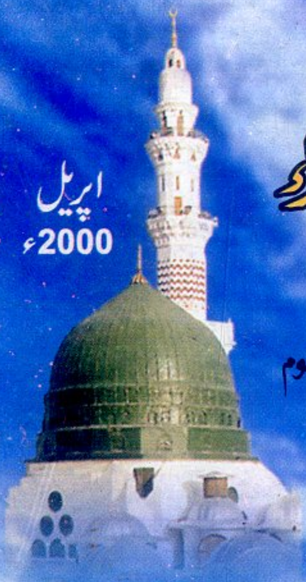
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ سَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

ماہنامہ
اہلسنّت
گجرات

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود قادری

INTERNATIONAL

اپریل
2000ء



وہ عمر رضی اللہ عنہ جس کے اعداء پہ شیدا سقر
نگارش: سیّد محمود احمد رضوی مرحوم

فلسفہ شہادت ..... درسِ قرآن
تبرکات: حکیم الامّت نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

دوشِ نبوی پہ حسنینِ کریمین کی سواری
کی تحقیق .... دار الحدیث

روشنی کے دو عظیم مینار
اِمام حسن و حسین رضی اللہ عنہما
درسِ حدیث: پیر محمد افضل قادری

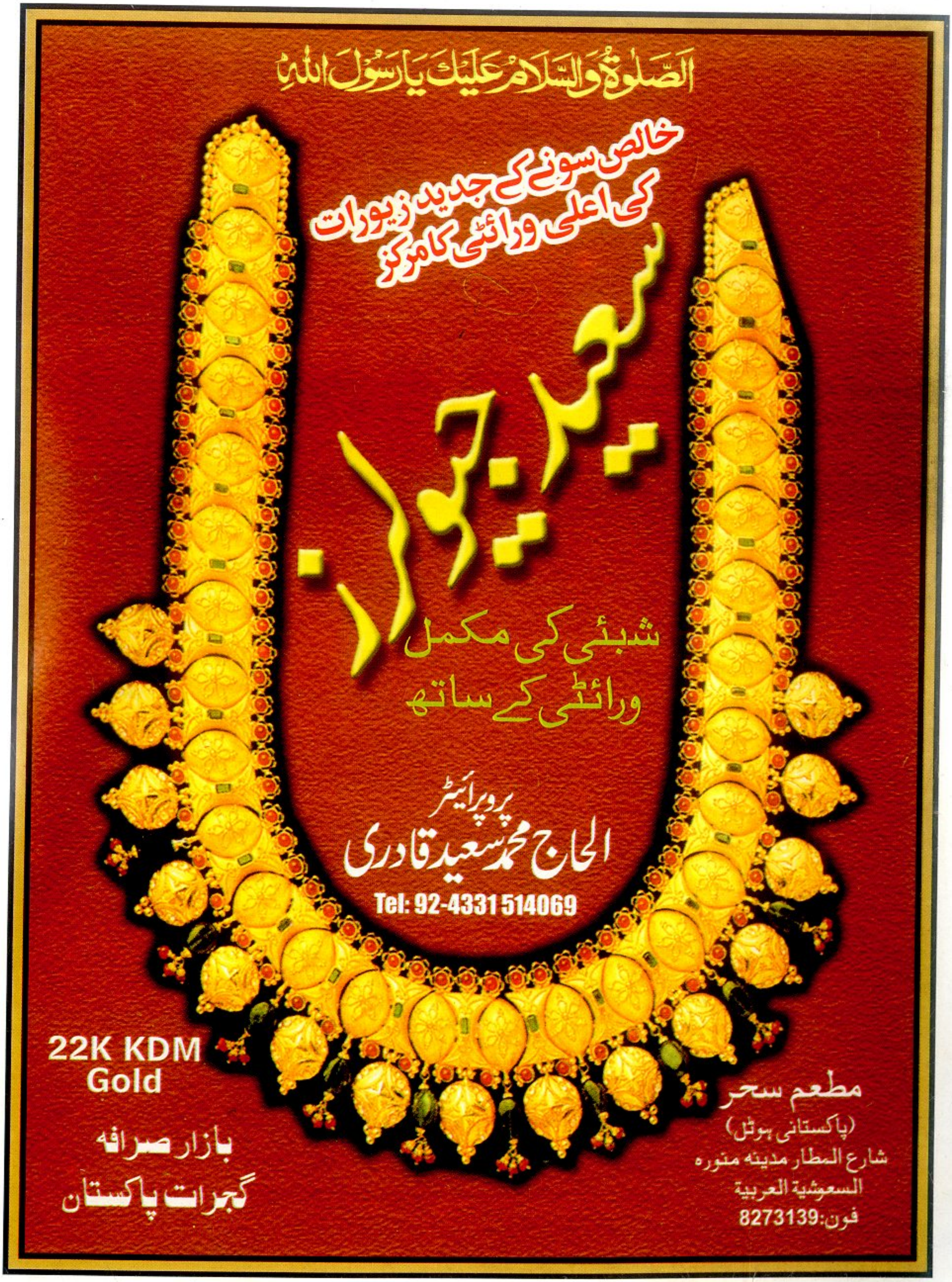
اصلاح و تربیت اور اسکا طریق کار
تبرکات: سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

سی آئی اے کی کارستانیاں
ایک اور یاسر عرفات کی تیاری
کاؤس جی کی بے رحم حقائق پر مشتمل تحریر

تعریف اہلسنّت اور ہم سُنّی کیوں ہیں؟
سُنّی کانفرنس مُلتان کے موقع پر خصوصی تحریر
مُفتی مُحمّد اشرف القادری کے قلم سے

چیچنیا
مُسلم اُمّہ کی توجّہ کا طالب
جنرل (ر) حمید گل

ایک عورت کا علمی ذوق
تاریخ کے جھروکوں سے



الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
خالص سونے کے جدید زیورات
کی اعلیٰ ورائٹی کا مرکز
سعید جیولرز
شبئی کی مکمل
ورائٹی کے ساتھ
پروپرائیٹر
الحاج محمد سعید قادری
Tel: 92-4331 514069
22K KDM
Gold
بازار صرافہ
گجرات پاکستان
مطعم سحر
(پاکستانی ہوٹل)
شارع المطار مدینہ منورہ
السعوشية العربية
فون:8273139

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوة والسلام علیك سیدی یارسول الله

علم وتحقیق کا شاہکار شاندار مجلہ

ماھنامہ

اہلسنت انٹرنیشنل

گجرات پاکستان

INTERNATIONAL

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود قادری

اپریل 2000ء

انقلاب

نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار

عقائد کی درستی، اعمال کی پختگی کا حسین امتزاج

حسن ترتیب

قیمت فی شمارہ —— 10 روپے	یو۔کے —— 10 پونڈ سالانہ
زر سالانہ —— 120 روپے	یو ایس اے —— 20 ڈالر سالانہ
برائے طلباء سالانہ 100 روپے	عرب امارات 50 درہم سالانہ

پبلشر: محمد مسعود قادری / پرنٹر: سلیمان تیمور پرنٹرز / مقام اشاعت: نیک آباد

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ اہل سنت نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات۔ فون: 2-521401-4331-92

باری تعالیٰ

اے خالق ومالک رب علیٰ سبحان اللہ سبحان اللہ
تو رب ہے میرا، میں بندہ تیرا سبحان اللہ سبحان اللہ

ہم منگتے ہیں تو معطی ہے، ہم بندے ہیں تو مولیٰ ہے
محتاج تیرا ہر شاہ وگدا سبحان اللہ سبحان اللہ

ہم جرم کریں تو عفو کرے، ہم قہر کریں تو مہر کرے
گھیرے ہے جہاں کو فضل تیرا سبحان اللہ سبحان اللہ

تو والی ہے ہر بے کس کا تو حامی ہے ہر بے بس کا
ہر اک کے لئے در تیرا کھلا سبحان اللہ سبحان اللہ

رازق ہے مور ومگس کا تو، غفار ہے نیک وبد کا تو
ہے سب پر تیری جود وعطا سبحان اللہ سبحان اللہ

ہم عیبی ہیں ستّار ہے تو، ہم مجرم ہیں غفار ہے تو
بدکاروں پر بھی ایسی عطا سبحان اللہ سبحان اللہ

یہ سالک مجرم آیا ہے اور خالی جھولی لایا ہے
دے صدقہ رحمت عالم کا سبحان اللہ سبحان اللہ

حکیم الامت، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بحضور سید المرسلین ﷺ

بنے ہیں دونوں جہاں شاہ دوسرا کے لیے
سجی ہے محفلِ کونین، مصطفیٰ کے لیے

زباں کو اِس لئے شیرینی بیان ملی
کہ زباں ہے مدحت محبوب کبریا کے لیے

انہی کو لذّتِ عشق نبی ملی، جنہیں
ازل میں چن لیا قدرت نے اس عطا کے لیے

مرے کریم! میرے چارہ ساز وبندہ نواز!
تڑپ رہا ہوں ترے شہر کی ہوا کے لیے

فرازِ طور پہ وہ بے نقاب کیوں ہوتے
کہ آشنا کی تجلی تھی آشنا کے لئے

حضور، نور ہیں، محمود ہیں، محمد ہیں
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثنا کے لیے

عجیب نشۂ بے نام سا ہوا محسوس
زباں جب بھی کھلی ہے تری ثنا کے لیے

حسان العصر، حافظ، مظہر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یکم اور دو اپریل 2000ء کو ملتان میں "انٹرنیشنل سنی کانفرنس" منعقد ہو رہی ہے، جس میں اہل سنت کے خواص و عوام کثیر تعداد میں شرکت کر رہے ہیں۔ اس موقع پر درج ذیل نکات اہل سنت کے لیے مشعل راہ ہو سکتے ہیں :

☆ اہل سنت و جماعت مسائل اعتقادیہ و کلامیہ میں مجدد دین و ملت حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات کا ہی التزام کریں، اس سے اتحادِ فکری بھی قائم رہے گا اور فرقہ واریت کی بیخ کنی بھی ہو گی۔

☆ نظام مصطفیٰ محض مطالبات اور قراردادوں سے نافذ نہیں ہو گا، اس کے لیے قربانی دینا امر لازم ہے۔ اگر سنی مشائخ عظام اور اکابر علماء کرام اپنے عقید تمندوں کو ساتھ لے کر اس عزم کے ساتھ گھر سے نکل آئیں کہ جب تک نظام مصطفیٰ کا نفاذ نہیں ہوتا، ہم گھر واپس نہیں آئیں گے، اگرچہ ہمیں شہید کر دیا جائے یا گرفتار کر لیا جائے۔ واللہ! اسی ایک اقدام سے انقلاب نظام مصطفیٰ بپا ہو سکتا ہے!

☆ روئے زمین پر اسلام اور مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ حرمین شریفین میں نجدیوں کا تسلط ہے۔ یہ انتہا پسند اور گستاخ نجدی علماء سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے کے علاوہ، روئے زمین کے پہلے اور پچھلے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں اور حجاج و زائرین میں فرقہ وارانہ لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ اور اب ان ظالم نجدیوں نے بے شمار آثار نبویہ اور تاریخی مساجد و مقامات کو مسمار کرنے کے بعد والدۂ رسول حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارک بلڈوز چلا کر مسمار کر دی ہے اور یہ سب کچھ یہود و نصاریٰ کی ایماء پر کر رہے ہیں۔

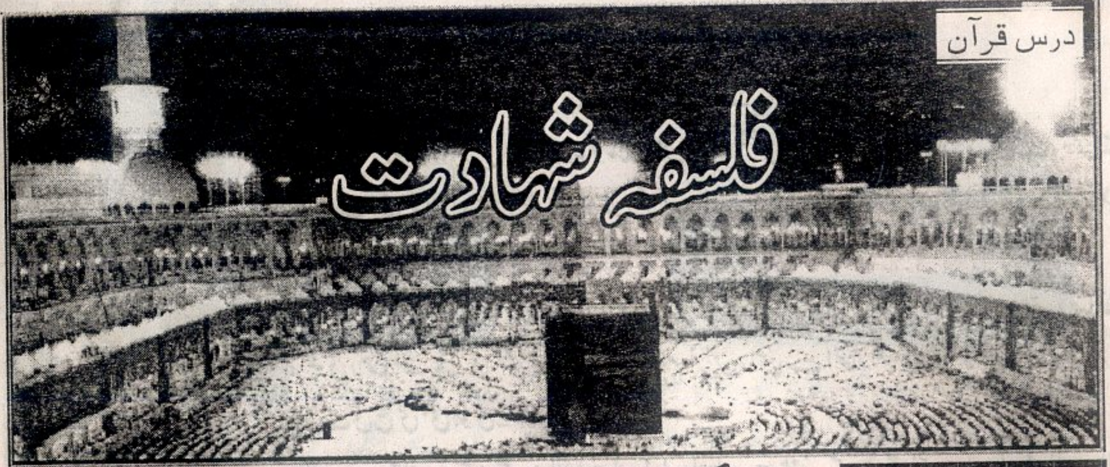
اس فتنہ کے خلاف پہلی بار عالمی تنظیم اہل سنت نے عالمی سطح پر باضابطہ تحریک شروع کی ہے، سنی مشائخ و علماء اور تنظیموں کو چاہیے کہ اس ایمانی تحریک کا بھرپور ساتھ دیں۔

☆ اہل سنت، عوام المسلمین کی دینی تعلیم اور اصلاح و تربیت کے لیے اپنی خانقاہوں، مساجد اور مدارس کو زبردست فعال بنائیں اور اس کے لیے ضروری اقدامات اٹھانے میں دیر نہ فرمائیں۔

☆ عالمی تنظیم اہل سنت نے غلبۂ اسلام اور کشمیر سمیت دنیا بھر کے مظلوم و مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد کے لیے "لشکر اہل سنت" قائم کیا ہے۔ اہل سنت "لشکر اہل سنت" کی بھرپور سرپرستی فرمائیں۔ نیز تعلیمی اداروں میں اہل سنت کی طلبہ تنظیم "انجمن طلباء اسلام" کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

درس قرآن



فلسفہ شہادت

تبرکات: حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ."

"جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو! وہ تو زندہ ہیں، مگر تم شعور نہیں رکھتے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کے اس گروہ کی تعریف فرمائی جسے شریعت میں شہید کہا جاتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر سے پہلے دو باتیں سمجھ لینی چاہئیں :

ایک یہ کہ شہید یا تو شہود سے بنا، یا شہادت سے۔ شہود کے معنی ہیں حاضر ہونا اور شہادت کے معنی ہیں گواہی۔ لہذا شہید کے معنی ہیں حاضر، یا گواہ۔ چونکہ شہید فوت ہوتے ہی بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے، رب فرماتا ہے کچھ تمنا کر! وہ عرض کرتا ہے آرزو یہ ہے کہ پھر دنیا میں لوٹایا جاؤں اور پھر شہید ہوؤں۔ کیونکہ جو لذت اور لطف اس تپتی ریت، جنگ کی شدت اور تلوار کی دھار میں پایا، وہ کسی اور چیز میں نہ دیکھا۔ رب فرماتا ہے کہ ہم ایک دفعہ امتحان میں پاس کر کے کسی کا دوبارہ امتحان نہیں لیا کرتے، اس لیے اسے شہید کہتے ہیں یعنی فوت ہوتے ہی بارگاہ میں حاضر۔

سارے مسلمان قیامت کے بعد جنت میں جائیں گے مگر شہید جان نکلتے ہی وہاں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں کے میوے کھاتا ہے، وہاں کی نہروں میں جاتا ہے، اس لیے اسے شہید کہا جاتا ہے۔ یعنی جنت میں فوراً حاضر، بلکہ روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ بعض غازیوں نے شہادت سے پہلے ہی جنت اور وہاں کی نعمتیں دیکھ لیں، لوگوں سے کہا دوستو! آؤ! جنت وہ ہے۔

چونکہ سب لوگ حقانیت اسلام اور توحید و رسالت کی گواہی اپنی زبان، قلم، یا اعضاء سے دیتے ہیں، مگر یہ نرالا گواہ اپنے خون کے قطروں سے گواہی دیتا ہے لہذا یہ شہید کہلاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جیسے دنیاوی بادشاہوں کے ہاں بہت سے محکمے ہوتے ہیں، ہر محکمہ کا نام و کام جداگانہ، ایسے ہی سلطنت مصطفوی کے بہت سے محکمے ہیں۔ علماء، صوفیاء، غازی، شہید وغیرہ۔ پھر علماء میں مفسرین، محدثین، فقہاء، مجتہدین وغیرہ اور صوفیا میں غوث قطب ابدال وغیرہ۔ اور جیسے دنیاوی حکومتیں سب سے زیادہ محکمہ فوج کی قدر کرتی ہیں، اس محکمہ کا تنخواہ کے علاوہ کھانے کا ایسا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے کہ خواہ تمام مملکت میں تنگی ہو، مگر فوج میں تنگی نہیں آنے دی جاتی۔ پھر ان میں جو مارا جائے اس کے بیوی بچوں کو بہادری کے تمغے مرحمت ہوتے ہیں، پنشن مقرر

ہوتی ہے، تعلیم کا انتظام مفت۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ فوجی لوگ اپنے خون سے حکومت کی خدمت کرتے ہیں۔ اسی طرح مملکت الٰہیہ اور سلطنت مصطفویہ میں جو قدر شہید کی ہے، دوسروں کی نہیں۔ اگر اس کی تفصیل دیکھنا ہو تو قرآنی آیات اور احادیث کا مطالعہ کریں! کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ اپنی جان اور خون سے اس سرکار کے خدمت گزار ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں سمجھ لیں تو اب اس آیت کریمہ کی تفسیر پڑھو!

ارشاد ہوا: "وَلَاتَقُوْلُوْا" "نہ کہو!" کسی کو کچھ کہنے سے روکنے کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بات تو نہایت اچھی ہو مگر اس کا کہنا منع ہو۔ جیسے اسرار و رموز کی باتیں، جو امانت کے طور پر سینوں میں چھپائی جاتی ہیں، کسی کو بتائی نہیں جاتیں۔ اسرار اغیار سے چھپائے جاتے ہیں۔ جیسے شب معراج کی لامکان والی باتیں کہ رب نے فرمایا: "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" اپنے محبوب ﷺ کو بھی منع فرمادیا کہ یہ باتیں غیروں سے نہ کہنا، بلکہ عشاق تو یہاں تک کہتے ہیں:

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
امی لقبی ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے
ہر ایک کا حصّہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

تم اس طرح پڑھ لو!

اغیار کو اسرار بتائے نہیں جاتے
پر یار سے اسرار چھپائے نہیں جاتے

دوسرے یہ کہ بات سچی ہو مگر اس کا کہنا منع ہو۔ جیسے: "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا" "اے ایمان والو! رَاعِنَا مت کہو!" راعنا فی نفسہ برا نہ تھا، مگر چونکہ اس سے گستاخوں کو بے ادبی کا موقعہ ملتا تھا، اس لیے ایسا کہنے سے روک دیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بے ادبی کا سچ کفر ہے اور ادب کا جھوٹ عین ایمان۔

ابلیس نے کہا تھا: "رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ" "خدایا! تو نے مجھے گمراہ کردیا۔" بات سچی تھی، ہادی اور مضل اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر اس کا اس طرح بولنا کفر ہوا کہ بے ادبی تھا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا: "رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا" "خداوندا! اپنی جانوں پر ہم نے ظلم کیا۔" بات خلاف واقع تھی، بندہ بے ارادہ الٰہی کیا کرسکتا ہے؟ مگر اس کا بولنا عین ایمان۔ وہ محبوب بندے جو کبھی گناہ کے قریب بھی نہ گئے، یہی کہتے رہے کہ ہم گنہگار ہیں، خطاکار ہیں۔ بات خلاف واقع ہے مگر یہ کہنا درجات کا ذریعہ ہے۔

تیسرے یہ کہ بات بھی بری ہو، جھوٹ ہو، بے ادبی ہو اور کہنا بھی برا ہو جیسے ناشکری اور کفریہ باتیں۔ یہاں تیسری قسم کی ممانعت ہے، یعنی شہیدوں کو مردہ کہنا۔ بات بھی جھوٹ ہے اور کہنا بھی جرم، لہٰذا "لاتقولوا" کی نہی اول درجے کی ہے۔ نیز قرآنی خطابات میں اکثر و بیشتر احکام کے خطابات صرف انسانوں سے ہیں۔ چنانچہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد وغیرہ فرشتوں پر فرض نہیں۔ مگر ادب کی آیتوں میں سب سے خطاب ہے۔

دیکھو رب نے فرمایا: "ہمارے محبوب سے آگے نہ بڑھو! ان کی آواز پر اپنی آوازیں اونچی نہ کرو! یا انکے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ!" وغیرہ۔ ان میں روئے سخن انسانوں، جنات اور فرشتوں سبھی سے ہے کہ حضرت ملک الموت بھی حضور کی اجازت کے بغیر نہ گھر میں آئیں اور نہ جان شریف قبض کریں۔

یہاں بھی "لَاتَقُوْلُوْا" میں جن وانس فرشتے وغیرہ سبھی سے خطاب ہے کہ خبردار! ایسی بے ادبی نہ کرنا کہ شہیدان راہ خدا کو مردہ نہ کہنا۔

"مَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"، "قتل"، "فتل" کا مقابل ہے۔ لغت میں "فتل" کے معنی ہیں بٹنا، بننا اور "قتل" کے معنی ہیں ادھیڑنا اور کھولنا۔ اصطلاح میں جسم کی ساخت بگاڑ کر جان نکال دینے کو قتل کہتے ہیں۔ تلوار، گولی، لاٹھی، پتھر وغیرہ مار کر جان

نکال دینا قتل میں داخل ہے، بلکہ کسی کو زہر دے کر مار ڈالنا بھی قتل میں شمار ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ کا خیبر میں کھائے ہوئے زہر سے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غار ثور میں سانپ کے کاٹنے کے زہر سے وفات پانا بھی اس میں شامل ہے۔ "سَبِیْلِ اللّٰہِ" سے مراد تمام وہ عقائد واعمال ہیں جن کے اختیار کرنے سے بندہ رب تک پہنچے۔ لہذا عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے یوں ہی نماز، اذان، قربانی وغیرہ تمام شعائر دینی کی حفاظت کے لئے جو شخص مارا جائے، اس میں داخل ہے۔

خیال رہے کہ فقہ میں ہر ظلماً مقتول مسلمان عاقل بالغ شہید ہے، اگرچہ اپنی جان ومال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے۔ اس کو نہ غسل دیں گے، نہ کفن۔ مگر اللہ کی راہ میں قتل کیا ہوا بہت درجے والا ہے، اسی لئے یہاں "فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" کی قید ارشاد ہوئی۔ اور اسلام میں حکمی شہید تو بے شمار ہیں۔ چنانچہ مسافر سفر میں مرے تو شہید ہے، عورت نفاس میں مرے تو شہید اور جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے، وہ شہید ہے۔ وغیرہ وغیرہ کہ یہ لوگ کل قیامت میں شہداء کے زمرے میں اٹھیں گے۔

"بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ۔" شہیدوں کی زندگی کے متعلق آج کل مسلمانوں میں تین فرقے ہیں: ایک فرقہ کہتا ہے کہ بعد وفات نہ نبی زندہ ہیں، نہ ولی، نہ شہید۔ ان کی دلیل حسب ذیل آیات ہیں:

رب فرماتا ہے: "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔" اے محبوب! آپ کو وفات آنی ہے اور ان سب کو بھی۔ اور رب فرماتا ہے: "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ۔" ہر جان کو موت چکھنی ہے۔ اور رب فرماتا ہے: "کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔" جو زمین پر ہے اسے فنا ہے۔ ان آیات میں نبی ولی شہید کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ پھر اس آیت کے بارے میں ان لوگوں نے بہت غوطے کھائے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ان کی روحیں زندہ ہیں نہ کہ جسم، کبھی کہتے ہیں کہ انکے کام زندہ ہیں یعنی وہ دین کے لئے شہید ہوئے اور دین زندہ ہے تو گویا وہ ہی زندہ ہیں۔

مگر ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر آیت کریمہ کے یہ معنی ہوتے تو شہداء کی قید کیوں لگائی جاتی؟ قیامت میں ہر مردہ زندہ ہوگا اور بعد موت روح ہر ایک کی زندہ ہی رہتی ہے۔ اور ہر صدقہ جاریہ کرنے والے کا کام زندہ رہتا ہے! نیز دوسری آیت شہداء کی زندگی اس طرح ارشاد فرما رہی ہے: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔"

سبحان اللہ! رب نے فیصلہ کر دیا کہ شہید راہ خدا کو مردہ سمجھو بھی مت۔ وہ رب کے ہاں زندہ ہیں، روزیاں پاتے ہیں خوشیاں منا رہے ہیں، دنیا والوں کے حالات کو دیکھ رہے ہیں اس آیت کریمہ میں ان کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔

دوسری جماعت کہتی ہے کہ خیر ہم شہداء کو تو زندہ مان لیتے ہیں کیونکہ قرآن کریم اس کا اعلان کرتا ہے مگر انبیاء، اولیاء کی حیات کہیں ثابت نہیں، بلکہ ان کی موت کی آیات موجود ہیں، لہذا وہ کوئی زندہ نہیں۔ یہ لوگ یہاں تک کہہ ڈالتے ہیں: اگر وہ زندہ ہوں تو ان کا غسل کفن کیسا؟ ان کی میراث کیوں تقسیم ہوئی؟ ان کی بیویاں اور جگہ نکاح کیوں کر لیتی ہیں؟ ان تمام احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات زندہ نہیں، مردہ ہیں۔

تیسرے فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء، شہداء، اولیاء اور بعض علماء بحکم پروردگار بعد وفات زندہ ہیں۔ یہ کیوں نہ ہو جبکہ حضور ﷺ کے نام پر کٹ مرنے والے شہید بحیات ابدی زندہ ہیں، تو جن کے دم قدم کی یہ بہار ہے وہ کیونکر زندہ نہ ہوں؟ یہی عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ہے۔ فقیر اس صحبت میں حیات انبیاء،

شہداء اور اولیاء کے متعلق کچھ تحقیق پیش کرنا چاہتا ہے۔

خیال رہے کہ انسان میں قدرت نے دو روحیں رکھی ہیں: ایک روح سلطانی۔ جس کا ہیڈ کواٹر دماغ ہے، جس سے بیداری قائم ہے۔ اور دوسری روح حیوانی، جس کا مرکز دل ہے، جس سے زندگی قائم ہے۔ مگر یہ دونوں روحیں جسم کی رگ رگ میں ایسے سرایت کیے ہوئے ہیں جیسے انگارے میں آگ یا پھول میں رنگ وبو۔

جسم میں سے روح سلطانی کے نکل جانے کو نیند کہتے ہیں اور روح حیوانی نکل جانے کا نام موت ہے۔ اولاً ہم اپنی اور مقبولان بارگاہ الٰہی کی نیندوں میں فرق دکھاتے ہیں۔ ہماری روح سلطانی نیند میں جسم سے نکل کر جسم کو چھوڑ دیتی ہے اور ہم نیند میں ایک دم غافل ہو جاتے ہیں، حتی کہ نیند سے ہمارا وضو بھی جاتا رہتا ہے، کبھی احتلام بھی ہو جاتا ہے اور ہمارے خواب کا اعتبار بھی نہیں رہتا اور ہمیں نیند کی حالت میں اپنے تن بدن کی ہوش بھی نہیں رہتی۔ یعنی ہماری روح سلطانی نیند میں ہم سے نکل بھی جاتی ہے اور جسم کو چھوڑ بھی دیتی ہے۔

اب آجاؤ حضرات انبیاء کرام کی نیند کی طرف! روح سلطانی ان کے اجسام سے نکل بھی جاتی ہے، مگر انہیں چھوڑتی نہیں بلکہ تعلق برابر قائم رکھتی ہے، جس کی وجہ سے انہیں نیند میں غفلت نہیں طاری ہوتی۔ اسی لئے ان کی نیند وضو نہیں توڑتی، انہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا، ان کے خواب وحی الٰہی ہوتے ہیں۔ غرض کہ ان پر نیند کی حالت میں بھی بیداری کے احکام جاری رہتے ہیں، حتی کہ ان کے خواب سے شرعی احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

دیکھو! بے گناہ بچے کو ذبح کرنا ہر دین میں حرام ہے، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور وہ خواب کی بنا پر اپنے فرزند ارجمند کے ذبح پر تیار ہو گئے۔ مگر اس کے باوجود انہیں سوتا ہوا بھی کہا جاتا ہے، اور ان پر بہت سے احکام جاگنے والوں کے جاری نہیں ہوتے۔ اس حال میں ان پر نہ نماز فرض ہوتی ہے، نہ تبلیغ، نہ سلام کا جواب اور نہ بیداری کے دوسرے احکام۔ اب اس وقت میں انہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سو رہے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ جاگ رہے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، مگر الگ الگ حیثیتوں سے۔ جب اپنی اور پیغمبروں کی نیند میں فرق سمجھ لیا، تو اب موتوں میں فرق بھی دیکھ لو!

ان کی روح حیوانی بھی ان کی موت کے وقت جسم سے نکل جاتی ہے، اسی روح کے نکل جانے کا نام موت ہے۔ اس لحاظ سے انہیں میت فرمایا گیا۔ اور اسی خروج روح کی وجہ سے ان پر کفن ودفن کے احکام جاری ہو گئے۔ مگر ہماری روح جسم سے نکل جانے کے بعد جسم کو چھوڑ بھی دیتی ہے، اس کی حفاظت نہیں کرتی، جس کی وجہ سے ہمارے جسم بالکل بے جان ہو جاتے ہیں، ہمارا علم سمع وبصر ختم ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو تین دن کے اندر اندر جسم گل سڑ کے برابر ہو جاتا ہے اور ہم پر سارے مردوں کے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔ مگر ان حضرات کی روح نکل جانے کے باوجود ان کے جسموں کو چھوڑتی نہیں، بلکہ ان کی پرورش ونگہداشت برابر کرتی رہتی ہے۔

اس بنا پر ان کے جسم گلتے نہیں اور ان کی تمام قوتیں بحال رہتی ہیں، بلکہ پہلی زندگی سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اس دوسرے معنی کے لحاظ سے وہ حضرات مردہ نہیں، بلکہ زندہ ہیں۔ اس کی تائید خود سرکار انور ﷺ کے وہ کلمات ہیں: "فَاِنِّیْ اِمْرَءٌ مَّقْبُوْضٌ۔" یعنی میری روح قبض ہونے والی ہے۔ قبض روح اور چیز ہے اور ترک روح کچھ اور، اسی طرح جسم سے روح کا نکل جانا کچھ اور ہے اور جسم کا بے جان ہو جانا کچھ اور۔ ہم حیات النبی ﷺ کے مسئلے پر چند دلائل قرآن وحدیث، فقہ اور امت کے اجماع سے پیش کرتے ہیں:

(۱) ہر زبان میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ زندوں کے لئے کچھ اور لفظ استعمال کرتے ہیں، مردوں کے لئے کچھ اور۔ چنانچہ اردو میں مردوں کے لئے "تھا"، فارسی میں "بود"، عربی میں "کان" اور انگریزی میں "واز" وغیرہ الفاظ ہیں۔ اور زندوں کے لئے اردو میں "ہے"، فارسی میں "ہست" اور انگریزی میں "از" وغیرہ ہیں۔ چنانچہ زندے کی حکایت یوں کرتے ہیں کہ فلاں بڑا اچھا ہے، عالم ہے، سخی ہے، بادشاہ یا وزیر ہے۔ لیکن بعد موت کہا جاتا ہے کہ وہ اچھا تھا، سخی تھا۔ مردے کو کوئی "ہے" نہیں بولتا اور "ہے" بولنے والے کو جھوٹا کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ "ہے" زندے کی حکایت ہے اور تھا مردے کی۔ جب یہ سمجھ لیا تو غور کرو کہ اسلام کا کلمہ شریف ہے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور کی حیات ظاہری میں بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہی کلمہ پڑھا، اذان اور نماز میں بھی اس کی گواہی دی گئی اور وفات شریف سے اب تک کلمہ یہی رہا، یہی ہے اور قیامت تک یہی رہے گا۔ اگر حیات النبی درست نہ ہو، اور آپ کی موت کا عقیدہ رکھا جائے تو تمام مسلمانوں کا کلمہ، نماز اور اذان سب غلط ہو گئے اور تمام لوگ اس کلمے میں جھوٹے ہو گئے، بلکہ اب کلمہ یوں ہونا چاہئے: "كَانَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ۔" محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول تھے۔

حضرات! انسان مسلمان بعد میں ہوتا ہے، اذان اور نماز بعد میں ادا کرتا ہے، حیات النبی پہلے مان لیتا ہے۔ مسئلہ حیات النبی ایمان اور نماز وغیرہ کی اصل ہے۔

(۲) قرآن کریم فرماتا ہے: "وَلَا تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ اَبَدًا۔" یعنی ہمارے حبیب ﷺ کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی نکاح نہ کرو! اس آیت شریف نے دو طرح حیات النبی کا مسئلہ ثابت کیا: ایک اس طرح کہ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کی ازواج پاک کو ان کی بیویاں ہی مانا۔ کہ فرمایا: "اَزْوَاجَهٗ" معلوم ہوا کہ ازواج پاک حضور کی وفات کے بعد بھی ان کی بیویاں ہی رہیں، ان کا نکاح ٹوٹا نہیں۔ ورنہ خاوند کی موت نکاح توڑ دیتی ہے۔ دوسرے اس طرح کہ مسلمانوں کو ان سے نکاح کرنا حرام قرار دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ بیوہ نہیں ہوئیں، ان کے خاوند ﷺ زندہ ہیں۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نکاح کی حرمت اس لئے ہے کہ وہ مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ رب فرماتا ہے: "وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ" مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہ بیبیاں احترام میں مائیں ہیں، نہ کہ احکام میں۔ اسی لئے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنیں نہیں، ان کی بہنیں بھائی مسلمانوں کی خالہ ماموں نہیں، ان سے پردہ فرض ہے۔ رب فرماتا ہے: "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔"

نہ انکی میراث مسلمانوں کو ملتی ہے، نہ مسلمانوں کو ان کی۔ اگر حضور ﷺ کسی بیوی کو طلاق دیدیں تو اس کا نکاح دوسرے مسلمان سے ہو سکتا ہے، جیسے امیمہ بن جون کا ہوا۔ رب فرماتا ہے: "اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔" یعنی اے بیبیو! اگر تمہیں دنیاوی زندگی اور یہاں کی زینت اور ٹیپ ٹاپ مرغوب ہے تو آؤ! میں تمہیں عدت کا سامان دے دوں اور طلاق دے دوں۔ اگر طلاق سے وہ بیبیاں کہیں نکاح نہ کر سکتیں تو طلاق ان پر سخت ظلم ہوتا، کہ وہ معلق ہو کر رہ جاتیں۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا: "مِنْۢ بَعْدِهٖ اَبَدًا۔" یعنی پیغمبر کی وفات کے بعد ان سے نکاح نہ کرو۔ صاف معلوم ہوا کہ وہ بیبیاں تعظیم، ادب اور احترام میں تو مائیں، بلکہ ماؤں سے بھی بڑھ کر ہیں۔ مگر احکام میں مائیں نہیں، ان سے نکاح نہ ہونا اسی بنا پر ہے کہ حضور حیات ہیں۔

اس کی ازواج سے جائز ہو نکاح اس کا تر کہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ لیکن ان کا جسم بھی روحانی ہے

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

روشنی کے دو عظیم مینار

امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما



پیر محمد افضل قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ."

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

(ترمذی شریف)

حدیث بالا میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پیارے نواسے حضرت امام حسن بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما اور حضرت امام حسین بن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔

جنتی نوجوانوں سے مراد وہ جنتی مسلمان ہیں جنہوں نے جوانی میں یعنی اٹھارہ اور تیس سال کی عمر کے اندر وفات پائی، وگرنہ جنت میں تو سب نوجوان ہوں گے۔ یا انبیاء کرام اور خلفاء راشدین چھوڑ کر باقی اہل جنت مراد ہیں۔ یا پھر جنتی نوجوانوں سے مراد وہ بہادر مسلمان ہیں جنہوں نے دین کی عظمت و سربلندی کی خاطر جرأتمندانہ کردار ادا کیا۔ کیونکہ عرف میں لفظ جوان کا اطلاق بہادر و شجاع شخص پر بھی ہوتا ہے، اگرچہ وہ عمر کے اعتبار سے بوڑھا ہو چکا ہو۔ اس صورت میں بھی انبیاء کرام اور خلفاء راشدین مستثنیٰ ہوں گے، کیوں کہ انبیاء کرام اور خلفاء راشدین کا مقام و مرتبہ شہزادگان کے مقام و مرتبہ سے بلند تر ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار کیوں؟

امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: "اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہُ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ." "بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان مصالحت کروائے گا۔" (بخاری شریف) حضور دانائے غیوب ﷺ کی اسی پیش گوئی کے مطابق حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت و حکومت سے دستبردار ہو کر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت فرما کر امت مسلمہ کو خانہ جنگی سے بچالیا۔ یقیناً آپ کا یہی عظیم کارنامہ آپ کے جنتی نوجوانوں کا سردار ہونے کا سبب ہے۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل اس طرح ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی

المرتضٰی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے۔ چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے پیچھے ایک گہری سازش تھی، جس کی وجہ سے بہت سے مخلص لوگ بھی اصل حالات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے سازشیوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہونے کے باوجود ابھی ان سازشیوں کا زور نہیں ٹوٹا تھا۔ لہذا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لیے فوری طور پر قاتلین عثمان سے قصاص لینا ممکن نہ تھا۔ جس سے ناراض ہو کر گورنر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور شام اور بعض دیگر علاقوں میں آپ نے اپنی حکومت قائم کر دی۔ اس اجتہادی اختلاف کیوجہ سے امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان صفین کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی، جس کے بعد امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مسلمان دو بڑے حصوں میں بٹے رہے۔ چنانچہ رمضان 40ھ میں امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے حامی مسلمانوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین منتخب کر لیا۔ لیکن صرف چھ ماہ کے بعد آپ امت مسلمہ کے اتحاد اور مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانے کی خاطر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگئے اور اس طرح آپ کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہوگئی اور اس کے بعد پھر سے فتوحات اسلامی کا سلسلہ جو کہ مسلمانوں کی باہمی جنگوں کی وجہ سے بند ہو گیا تھا، شروع ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گستاخوں لیے لمحہ فکریہ !!!

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اور اس کے ساتھ آپ کو کاتب وحی اور رسول اللہ ﷺ کا سالا ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی خطاؤں کو خدا تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے۔ اور ان سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ سنی کہلانے کے باوجود امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی اختلاف اور اجتہادی جنگ کی بنا پر صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں اور حویلیاں (ہزارہ) کا محمود شاہ ہزاروی (جو کہ بظاہر اہل سنت کا محدث بنا ہوا تھا اور اندرون خانہ غالی شیعہ تھا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کافر اور جہنمی تک کہتا تھا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ اور اس نے اسی باطل عقیدے پر وفات پائی۔ لیکن تعجب ہے کہ اہل سنت کہلانے والے بعض لوگ اس رافضی کی سالانہ برسی میں شریک ہو کر اس کی مدح وثنا کر کے سنیت کا خون کرتے ہیں۔

ایسے لوگ بخاری شریف کی حدیث پاک میں غور فرمائیں! جس میں ارشاد نبوی ہے کہ: "میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے میرا خیال ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان مصالحت کروادے گا۔" حدیث پاک میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کی جماعتوں جماعتوں کو مسلمان قرار دیا گیا ہے اور مصالحت کرانے کو اللہ تعالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں اس مصالحت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو اپنا امام وحاکم تسلیم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے بارے میں کسی مسلمان کے لیے کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے صحابی

رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت کسی بھی صحابی رسول کی توہین کرنے والے شخص کو گمراہ اور جہنمی قرار دیا ہے اور صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کی آیات اور احادیث کے مقابلہ میں تاریخ کی کمزور اور غیر مستند روایات کو رد کیا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار کیوں؟

امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "ماثبت بالسنہ" میں فرماتے ہیں: "فَامْتَنَعَ الْحُسَیْنُ مِنْ بَیْعَةِ یَزِیْدِ لِاَنَّهٗ کَانَ فَاسِقًا مُدْمِنًا لِّلْخَمْرِ ظَالِمًا." ترجمہ: "حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا کیونکہ وہ فسق وفجور کا مرتکب، شرابی اور ظالم تھا۔"

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تمام ترغیبات اور مصالح کو ٹھکراتے ہوئے یزید پلید کی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا، جو شریعت اسلامیہ کی رو سے مسلمانوں کا امام وحاکم بننے کا اہل نہ تھا۔ آپ کے اعزاء واقرباء اور اپنے بیٹے آپ کے سامنے شہید کر دیے گئے اور اس دوران آپ کو بار بار یزید پلید کی بیعت کرنے کی پیشکش کی جاتی رہی، لیکن آپ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے حتی کہ اپنی جان بھی راہ حق میں قربان کر دی۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا:ـ

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

واقعہ کربلا میں امت مسلمہ کے لیے کیا کیا اسباق ہیں؟

(۱) مسلمانوں اور بالخصوص علماء ومشائخ کو چاہئے کہ وہ یزید خصلت حکمرانوں کے خلاف علم جہاد بلند کریں۔ دنیا کے معمولی مفادات و مصلحتوں کی خاطر حق کو نہ چھپائیں اور عظمت دین کے لیے قربانیاں پیش کریں۔

(۲) امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا معلّٰی میں بظاہر پسپا ہوئے لیکن تاریخ اسلام نے آپ ہی کو فاتح وکامران قرار دیا ہے۔ جس سے نتیجہ واضح ہے کہ کسی دینی تحریک میں مقاصد حاصل نہ ہونے یا مصائب پہنچنے سے مسلمانوں کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے۔ کیونکہ اصل فتح اور کامیابی کلمہ حق پر ڈٹ جانا اور کلمہ حق کی آواز کو بلند کرنا ہے۔

(۳) امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا معلّٰی میں قیامت خیز مصائب وآلام پہنچنے پر اپنے اہل بیت کو صبر کی تلقین فرمائی اور ماتم ونوحہ سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب "اعلام الوری باعلام الھدی" میں ہے: "حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پانے سے پہلے اپنی ہمشیرہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ: "بے شک میرے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں"..... پھر فرمایا: "اے میری بہن! میں تجھے قسم دیتا ہوں، میری قسم کو ضرور پورا کرنا! "لَا تَشُقِّیْ عَلَیَّ جَیْبًا"، مجھ پر اپنے گریبان چاک نہ کرنا! "وَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا" اور مجھ پر اپنا چہرہ ہرگز نہ نوچنا! "وَلَا تَدْعِیْ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ" اور ہائے افسوس! ہائے ہلاکت! جیسے کلمات کے ساتھ بین نہ کرنا! "اِذَا اَنَا ھَلَکْتُ" جب میں شہید ہو جاؤں۔"

(۴) آپ نے میدان کربلا میں جب کہ آپ کے تمام ساتھی اور رشتہ دار شہید ہو چکے تھے اور آپ کا اپنا جسم تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا، نماز ترک نہیں کی۔ جس سے نماز کی اہمیت وفرضیت واضح ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے بزرگ کے لیے نماز معاف نہیں۔ جو جعلی پیر نماز کی چھٹی دیتے ہیں، وہ امام حسین

رضی اللہ عنہ کے پیروکار نہیں، بلکہ شیطان ہیں۔

(۵) مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صالح مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد کریں اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

یزید کے حامیوں کیلئے مخلصانہ نصیحت

دیوبندی وہابی فکر کے لوگوں نے اپنی کتابوں "رشید ابن رشید" اور "تبصرہ محمودی" وغیرھا میں یزید لعین کو امیر المومنین، مجاہد اسلام، جنتی اور وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَزِیْد کے خطابات دیے ہیں اور شہزادۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو فتنہ پرور، باغی، جاہلیت کی موت مرنے والا، فسادی، خدا اور رسول کا غدار جیسی غلیظ گالیاں دی ہیں۔

یزید کے حامیو! رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام لے کر آپ کو جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا ہے۔ اگر جنت میں جانا چاہتے ہو تو امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا سردار مان لو! اور گستاخانہ عقائد سے توبہ کرلو!

یزید کے حامیوں کی دلیل اور اس کا جواب

یزید کے حامی اس حدیث پاک سے یزید کا جنتی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے: "اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ" "میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا، وہ بخشا ہوا ہے۔"

یزید کے حامیوں کا دعوی ہے کہ یزید اس لشکر میں شامل تھا، لہذا یزید جنتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارک میں یزید کا نام موجود نہیں اور جنتی ہونے کا لفظ بھی موجود نہیں، جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک اور جنتی نوجوانوں کا سردار ہونا، حدیث پاک میں صاف صاف موجود ہے۔ مدینہ قیصر والی حدیث میں "مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ" (بخشا ہوا) کا لفظ ہے۔ جیسے حاجی اور روزہ دار کے لیے بھی اس قسم کے الفاظ حدیثوں میں آتے ہیں، جس سے پہلے کیے ہوئے گناہوں کی بخشش ثابت ہوتی ہے، نہ کہ جنتی ہونا۔ اور علاوہ اس کے تحقیق یہ ہے کہ یزید پہلے لشکر میں شامل نہیں تھا۔ کیونکہ پہلا لشکر جس نے قیصر کے شہر پر حملہ کیا تھا، اس کی کمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 32ھ میں کی تھی اور اس وقت یزید کی عمر چار پانچ سال تھی۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں: "وَفِیْھَا (۳۲ھ) غَزَا مُعَاوِیَۃُ بِلَادَ الرُّوْمِ حَتّٰی بَلَغَ الْمَضِیْقَ مَضِیْقَ قُسْطُنْطُنِیَّۃ" ("البدایہ" ج:۷، ص:۱۵۹) "یعنی 32 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مملکت روم کے شہروں پر حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی تنگ نائے تک پہنچ گئے۔" یزید کے حامیوں کو اس نکتہ پر غور کرنا چاہئے کہ فقہ کے چاروں اماموں کا یزید کے فسق وفجور پر اجماع قائم ہو چکا ہے، جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان کے بارے میں ان گنت احادیث نبویہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ لہذا نجات اسی میں ہے کہ اس گستاخانہ عقیدہ سے توبہ کرلیں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

مفتی محمد اشرف القادری

دوشِ نبوی پر حسنین کریمین کی سواری کی تحقیق

الاستفتاء :

حسنین کریمین کے فضائل میں یہ حدیث "نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَنِعْمَ الْعَدْلَانِ اَنْتُمَا" حدیث پاک کی کونسی کتاب میں، کس محدث نے روایت کی ہے؟ اس کی تحقیق مطلوب ہے؟

السائل :

حافظ عبد المجید سعیدی مدرسہ شاہ ولایت، شہر گجرات

الجواب بغوث العلام المنعام الوهاب

بِسْمِ اللّٰهِ، نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْحَبِيْبِ الْكَرِيْمِ۔

اس حدیث کوانہی الفاظ کے ساتھ امام حافظ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی المکی، التوفی : ۳۲۲ھ اور امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی، التوفی : ۳۶۰ھ اور امام حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی المعروف "ابن عدی" التوفی : ۳۶۵ھ اور امام حافظ ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی "ابن الجوزی" التوفی : ۵۹۷ھ نے مسنداً روایت کیا ہے۔ چنانچہ تفصیل سطور ذیل میں ملاحظہ ہو!

(۱) حافظ ابو جعفر العقیلی لکھتے ہیں :

"حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مَوْهِبِ الرَّمْلِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا مَسْرُوْحُ اَبُوْشَهَابٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَيَمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ، وَعَلٰى ظَهْرِهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، وَهُوَيَقُوْلُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَنِعْمَ الْعَدْلَانِ اَنْتُمَا."

("الضعفاء الكبير": للعقيلی "ترجمه مسروح ابوشهاب" (۲۴۷/۴)، طبع دار الكتب العلميه، بيروت)

"ہم سے روح بن الفرج نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن خالد بن یزید بن موہب الرملی نے بیان کیا، کہتے تھے کہ ہم سے ابو شہاب مسروح نے بیان کیا، وہ سفیان ثوری سے راوی، وہ ابو الزبیر سے، اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ چار اطراف (دو ہاتھ اور دو پاؤں) پر چل رہے تھے اور آپ کی پشت مبارک پر حسن و حسین رضی اللہ عنہما سوار تھے۔ حضور فرما رہے تھے کہ تمہارا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے اور تم دونوں ایک دوسرے کے کتنے عمدہ مشابہ اور کتنی اچھی جوڑی ہو۔"

(۲) امام ابو القاسم الطبرانی اسی سند کے ساتھ فرماتے ہیں :

"عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعَةٍ وَعَلٰى ظَهْرِهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَ هُوَ يَقُوْلُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَ نِعْمَ الْعِدْلَانِ اَنْتُمَا."

("المعجم الكبير": للطبراني (٣/٤٦)، طبع دار احياء التراث العربي، بيروت)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور چار اطراف (دو ہاتھ اور دو پاؤں) پہ چل رہے تھے، اور آپ کی پشت اطہر پر حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ تمہارا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے اور تم دونوں باہم کتنے اچھے مشابہ اور کتنی اچھی جوڑی ہو۔"

(۳) ابن جوزی، امام حافظ ابو احمد، "ابن عدی" کی سند کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اَنْبَاَنَا ابْنُ خَيْرُوْنَ، قَالَ اَنَا ابْنُ مُسْعِدَةٍ، قَالَ اَخْبَرَنَا حَمْزَةُ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ نَا ابْنُ عَدِيٍّ، قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ مُوْسَى بْنِ فَضَالَةَ، قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ نَا اَبُوْ شِهَابٍ مَسْرُوْحٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يَمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ، وَعَلٰى ظَهْرِهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، وَهُوَ يَقُوْلُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ اَنْتُمَا."

("العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية": لابن الجوزى "باب فى فضل الحسن والحسين" (١/٢٥٧)، طبع دار الكتب العلميه، بيروت)

"ہمیں ابن خیرون نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابن مسعدہ نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں حمزہ بن یوسف نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابن عدی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عمران بن موسیٰ ابن فضالہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عیسیٰ بن عبداللہ بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو شہاب مسروح نے بیان کیا، وہ سفیان ثوری سے راوی، اور وہ ابو الزبیر سے، پھر وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نبی پاک ﷺ کے پاس آیا تو حضور چار اطراف (دو ہاتھوں اور دو پاؤں) پہ چل رہے تھے، آپ کی پشت اقدس پر حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما سوار تھے اور حضور فرما رہے تھے کہ تمہارا اونٹ کتنا عمدہ اونٹ ہے اور تم دونوں ایک دوسرے کے کتنے عمدہ ہم پلہ ہو۔"

(۴) امام جمال الدین ابن جوزی لکھتے ہیں:

"اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الزَّاغُوْنِيُّ، قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ اَحْمَدَ ابْنِ الْبُسْرِيِّ، قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ بْنُ بَطَّةَ الْعُكْبَرِيُّ، قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْصَالِحٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ، قَالَ نَا اَبُوالْاَحْوَصِ، قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، قَالَ نَا اَبُوْ شِهَابٍ مَسْرُوْحُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ عَلٰى اَرْبَعٍ، وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ وَهُوَ يَحْبُوْبُهُمَا، وَهُوَ يَقُوْلُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ اَنْتُمَا."

("العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية": لابن الجوزى "باب فضل الحسن والحسين" (١/٢٥٦،٢٥٧)، طبع دار الكتب العلميه، بيروت)

"ہمیں علی بن عبید اللہ الزاغونی نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں علی بن احمد بن البسری نے خبر دی، انہوں نے کہا ہمیں ابو عبداللہ بن بطہ العکبری نے خبر دی، کہتے تھے ہم سے ابو صالح محمد بن احمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو الاحوص نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن موہب الرملی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو شہاب مسروح بن عمرو نے بیان کیا، وہ سفیان ثوری سے، پھر وہ ابو الزبیر سے، اور وہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای، انہوں نے فرمایا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا تو آپ چاروں اطراف (دوہاتھوں اور دوپاؤں) پر تھے اور حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی پشت انور پر سوار تھے اور یوں آپ دونوں صاحبزادوں کو اٹھائے چل رہے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارا اونٹ کتنا اچھا اونٹ ہے، اور تم دونوں کتنے اچھے ہم مثل اور کتنی اچھی جوڑی ہو۔"

(۵) امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان المتوفی: ۳۵۴ھ نے بھی اس حدیث کو بروایت عیسیٰ بن عبداللہ بن سلیمان، "ابو شہاب مسروح" سے روایت کیا ہے۔

("كتاب الضعفاء والمجروحين": محمد بن حبان (۱۹/۳)، طبع بيروت)

(۶) قاضی ابو محمد، حسن بن عبدالرحمٰن، بن خلاد، الرامہرمزی نے بھی اسے انہی الفاظ میں اپنی سند کے ساتھ تخریج کیا ہے۔

("امثال الحديث": للرامهرمزى (ص: ۱۳۱)، طبع بيروت)

تحقیق

حدیث زیر گفتگو کی یہ چھ سندیں ہیں۔ ان سب میں ایک راوی "ابو شہاب مسروح" پایا جاتا ہے، جو کہ سخت ضعیف کثیر المناکیر اور مجہول ہے۔ چنانچہ ائمہ حدیث نے اس کی روایت کردہ اس حدیث کو ناقابل احتجاج، منکر، بلکہ باطل و موضوع تک قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ تفصیل ملاحظہ ہو:

حافظ عقیلی حدیث زیر گفتگو کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کرنے سے قبل اس کے مرکزی راوی "ابو شہاب مسروح" کا تعارف ان الفاظ میں کرارہے ہیں:

"مَسْرُوْحُ اَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ سُفْيَانِ الثَّوْرِيِّ، لَا يُتَابَعُ عَلٰى حَدِيْثِهٖ، وَلَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٖ."

("الضعفاء الكبير": للعقيلى "ترجمه مسروح ابوشهاب" (۲۴۷/۴)، طبع دار الكتب العلميه، بيروت)

"مسروح ابو شہاب، سفیان ثوری سے روایت کرتا ہے، اس کی حدیث کی متابعت و تائید میں کوئی روایت نہیں پائی جاتی، وہ ایسی ہی احادیث کے بیان کرنے میں معروف ہے۔"

حافظ نورالدین الہیثمی روایت طبرانی کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فِيْهِ مَسْرُوْحُ اَبُوْشَهَابٍ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ."

("مجمع الزوائد ومنبع الفوائد": للهيثمى "باب فيما اشترك فيه الحسن والحسين من الفضل" (۱۸۲/۹)، طبع دار الكتاب العربى، بيروت)

"اس کی سند میں "مسروح ابو شہاب" راوی پایا جاتا ہے اور وہ ضعیف ہے۔"

حافظ ابن عدی اسی راوی مسروح کی روایت سے ایک اشد درجہ مجروح حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"لَعَلَّ الْبَلَاءُ مِنْ مَسْرُوْحٍ، لَا مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَمَّارَةَ، لِاَنَّ مَسْرُوْحًا مَجْهُوْلٌ."

("لسان الميزان": للحافظ ابن حجر العسقلانى (۲۱/۲)، طبع مؤسسة الاعمى للمطبوعات، بيروت)

"لگتا ہے کہ حدیث میں اتنا شدید ضعف "مسروح" کی وجہ سے آیا ہے نہ کہ حسن بن عمارہ کی وجہ سے، کیونکہ مسروح مجہول ہے۔"

"حسن بن عمارہ" اکثر محدثین کے نزدیک اشد درجہ ضعیف راوی ہے، انہوں نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

("تقريب التهذيب": للعسقلانى (ص: ۷۱)، دار نشر الكتب الاسلاميه، گوجرانواله)

توحافظ ابن عدی کا حسن بن عمارہ کے مقابلے میں مسروح کو زیادہ خطرناک قرار دینا اس وجہ سے ہی ہو سکتا ہے کہ مسروح ان کے نزدیک متہم بالکذب یا کذاب ہے، کیونکہ متروک سے سخت تر یہی دو جرحیں ہیں۔ (دیکھو مقدمہ تقریب التہذیب)

ابن عدی حدیث زیر بحث میں اپنی سند پر مزید گفتگو کرتے ہوئے اس سند کے ایک اور راوی عیسیٰ بن عبداللہ پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"هٰذَا لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِيَزِيْدِ بْنِ مَوْهِبٍ، وَقَدْ

سَرِقَهٗ عِيْسَى بْنُ عَبْدِاللّٰهِ مِنْهُ وَكَانَ ضَعِيْفًا يَّسْرِقُ الْحَدِيْثَ."

("العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية": لابن الجوزى "باب فى فضل الحسن والحسين" (۱/۲۵۷)، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

"یہ حدیث فقط یزید بن موہب کی روایت ہی سے معروف ہے، جسے یزید بن موہب سے عیسی بن عبداللہ نے چرا کر روایت کر دیا۔ یہ عیسی ضعیف تھا، حدیث میں چوری کرتا تھا۔"

ابن جوزی..... ابن حبان کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قُلْتُ وَفِى الطَّرِيْقَيْنِ مَسْرُوْحٌ، قَالَ ابْنُ حَبَّانَ لَايَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ بِحَالٍ لِاَنَّهٗ يُخَالِفُ الثِّقَاةَ فِىْ كُلِّ مَارَوٰى."

("العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية": لابن الجوزى "باب فى فضل الحسن والحسين" (۱/۲۵۷)، طبع دار الكتب العلمية، بيروت
وايضا "كتاب الضعفاء والمجروحين": لابن حبان (۳/۱۹)، طبع بيروت)

"میں کہتا ہوں کہ دونوں اسنادوں میں مسروح پایا جاتا ہے۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ مسروح پر اعتماد کرنا کسی حالت میں جائز نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ہر روایت میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔"

امام نسائی فرماتے ہیں:

"هٰذَا حَدِيْثٌ مُّنْكَرٌ."

("العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية": لابن الجوزى "باب فى فضل الحسن والحسين" (۱/۲۵۷)، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

"یہ حدیث منکر ہے۔"

امام ابو حاتم الرازی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا۔
چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ سَأَلْتُ اَبِىْ عَنْ مَسْرُوْحٍ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ بَعْضَ حَدِيْثِهٖ، فَقَالَ يَحْتَاجُ اِلَى التَّوْبَةِ مِنْ حَدِيْثٍ بَاطِلٍ رَوَاهُ عَنِ الثَّوْرِىِّ، قُلْتُ اِىْ وَاللّٰهِ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ اَنَّ كُلَّ مَنْ رَوٰى حَدِيْثًا يَّعْلَمُ اَنَّهٗ غَيْرُ صَحِيْحٍ فَعَلَيْهِ التَّوْبَةُ اَوْيُهْتِكُهٗ."

("ميزان الاعتدال": للذهبى (۲/۴۶۹)، طبع قديم مطبع انوار محمدى، لكهنو)

"ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی امام ابو حاتم الرازی سے مسروح کے بارے میں پوچھا، اور ان کے سامنے اس کی بعض حدیثیں بھی پیش کیں، تو آپ نے فرمایا کہ مسروح نے جو سفیان ثوری سے باطل حدیث روایت کی ہے اس سے اسے توبہ کرنی چاہیے۔ میں کہتا ہوں قسم بخدا یہی حق ہے، جو شخص یہ جان کر حدیث کی روایت کرے کہ یہ حدیث غیر صحیح (اور من گھڑت) ہے، تو اس پہ توبہ کرنا لازم ہے ورنہ یہ حرکت اس کی رسوائی کا باعث ہوگی۔"

حافظ ابن حجر العسقلانی مذکورہ بالا اقتباس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَالْحَدِيْثُ الَّذِىْ اَشَارَ اِلَيْهِ اَبُوْحَاتِمٍ الْحَدِيْثُ الَّذِىْ اَوْرَدَهٗ لَهُ الْعُقَيْلِىُّ، وَقَالَ لَايُتَابَعُ عَلَيْهِ، لَايُعْرَفُ اِلَّا بِهٖ، وَهُوَ مَارَوَاهُ عَنِ الثَّوْرِىِّ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ..... اَلْحَدِيْثَ"

("لسان الميزان": للعسقلانى (۶/۲۱)، طبع مؤسسة الاعلمى للمطبوعات، بيروت)

"جس حدیث کی طرف امام ابو حاتم نے (حدیث باطل کہہ کر) اشارہ کیا ہے وہ مسروح کی وہی حدیث ہے جسے مسروح کی روایت سے عقیلی نے بیان کیا اور کہا کہ "اس کی متابعت و تائید میں کوئی روایت نہیں پائی جاتی اور مسروح ایسی ہی حدیثوں کے بیان کرنے میں معروف ہے۔" یعنی وہ حدیث جسے مسروح نے ثوری سے روایت کیا، وہ ابو الزبیر سے راوی اور وہ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں، جابر فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر

باقی صفحہ نمبر 39 پر ملاحظہ فرمائیں

شارح بخاری سید محمود احمد رضوی مرحوم

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے والد قریش کے قبیلہ بنی عدی کے سردار تھے۔ یہ قبیلہ ذہانت، بصیرت، بہادری اور خطابت میں سب سے ممتاز تھا۔ یہ تمام خصوصیات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ورثہ میں حاصل ہوئی تھیں۔ آپ جب جوان ہوئے تو پورے ملک میں آپ کی بے پناہ بہادری اور قوت کا زبردست چرچا تھا۔

اسلام قبول کرنے والے خوش نصیب مردوں کی اولین فہرست میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام گرامی چالیسویں نمبر پر ہے، اس وقت مسلمان خواتین کی تعداد گیارہ تھی۔ یہ وہ صبر آزما وقت تھا جب آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں پر کفار قریش نے ظلم و ستم کا ایک روح فرسا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور مسلمانوں میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ علی الاعلان نماز بھی ادا کر سکیں۔ ان سنگین حالات میں نبی کریم ﷺ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! عمرو بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن خطاب سے جو تجھ کو پیارا ہو، اسلام کو عزت عطا فرما۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں جن کی اہمیت کو خود نبی کریم ﷺ نے محسوس فرمایا اور اپنی دعا سے یہ واضح کر دیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا اسلام کی عظمت و شوکت کا باعث ہوگا اور بعد کے واقعات نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی جانے لگی، لوگوں کی ایک بڑی تعداد جو ایمان لانے میں پس و پیش کر رہی تھی، خوف دور ہو جانے کے باعث مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ روایت کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یا محمد ﷺ! تمام آسمان والے عمر کے مشرف بہ اسلام ہونے سے بے حد مسرور ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذہانت، بصیرت اور معاملہ فہمی کا یہ عالم تھا کہ اذان کا طریقہ، شراب پر پابندی، ازواج مطہرات کا پردہ اور بعض دیگر مسائل کے متعلق قرآن مجید کی جو آیات کریمہ نازل ہوئیں، وہ سب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشوروں کی تائید میں تھیں۔ بنابریں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے تمام زندہ لوگوں کے علوم ایک پلہ میں تو یقیناً

عمر کا علم ان سب کے علم سے زیادہ ہوگا۔ احادیث میں آپ کی بڑی جلیل فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ حضور علیہ ﷺ نے فرمایا: آسمان کا ہر فرشتہ عمر کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے۔ (ابن عساکر)

نیز حضور نبی کریم علیہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا۔ (طبرانی)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔

حضور نبی کریم علیہ ﷺ نے جتنے غزوات میں حصہ لیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں شرکت کی۔ غزوہ بدر اور غزوہ حنین میں جب کفار و مشرکین آنحضرت علیہ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ جانبازی اور دلیری سے مقابلہ کر کے دشمنوں کے عزائم کو ناکام بنا دیا۔ غزوہ تبوک کی تیاری کے فنڈ میں آپ نے اپنا نصف اثاثہ بارگاہ رسالت میں حاضر کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف جمیلہ کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے چند روز قبل اکابر صحابہ کی رائے معلوم کر کے مسجد میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ خلافت کے منصب پر فائز کرنے کی تجویز پیش کی۔ سب نے بار ضا و رغبت اتفاق رائے سے تائید کی۔ چنانچہ خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ 22 جمادی الثانی 13 ہجری کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا دور خلافت دس برس، چھ ماہ اور اٹھارہ دن ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامۃ الناس کی زندگی خوشحال بنانے کے لئے ایک ایسا عظیم الشان اقتصادی نظام نافذ کیا، جس کی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگر یہ نظام آج بھی من و عن اختیار کیا جائے تو بھوک، بیماری، غربت اور جہالت کے سیاہ بادل چشم زدن میں غائب ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اقتصادی نظام کی عمارت سنت رسول علیہ ﷺ پر رکھی اور اعلان کیا کہ دجلہ سے نیل تک اگر ایک فرد بھی بھوکا، ننگا، مظلوم، یا تکلیف میں رہا تو قیامت کے دن مجھے اس کا جواب دہ ہونا پڑے گا۔

آپ کو انسانی فلاح و بہبود کی دن رات فکر دامن گیر رہتی تھی۔ آپ راتوں کو گشت کر کے ان کے حالات اور تکالیف معلوم کرنے کی کوشش کرتے اور موقعہ پر ہی امداد و اعانت کرتے اور اپنی ذات کے لئے فرماتے ہیں: میرے لئے دو کپڑے لینا حلال ہیں۔ ایک سردی اور دوسرا گرمی کے لئے۔ جب کہ حج و عمرہ کے لئے صرف ایک سواری درکار ہے۔ نیز میری اور میرے اہل خانہ کی خوراک وہی ہوگی، جو قریش کے کسی متوسط الحال فرد کی ہوتی ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا دور خلافت اور بالخصوص ان کا سیاسی نظام مسلم حکمرانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ عہد فاروقی میں مکمل اسلامی نظام نافذ تھا۔ حکام کا فرض تھا کہ وہ گھر گھر ہر فرد کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا فریضہ اسلامی ادا کریں اور خود اپنے عامۃ الناس کے معیار زندگی کو اختیار کریں۔ دوسری جانب رعایا کا فرض تھا کہ وہ دین کی حدود میں رہتے ہوئے امیر کی اطاعت کریں۔

جب بیت المقدس پر پہلی مرتبہ مسلم امہ کا فاتحانہ پرچم لہرایا، آپ کی عظیم سلطنت کی سرحد ایک جانب افریقہ کے صحراؤں اور دوسری جانب عراق، شام، فلسطین، مصر اور ایران وغیرہ تک پہنچ چکی تھی۔ اس قلیل مدت میں عظیم الشان فتوحات پر بنی نوع انسان کی پوری تاریخ حیران ہے۔ بلاشبہ میدان جنگ میں

ان فتوحات کا سہرا حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے نامور جرنیلوں کے سر ہے، لیکن تاریخ کا کہنا ہے کہ خلیفہ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر محاذ کی تازہ صورتحال سے نہ صرف باخبر رہتے تھے، بلکہ ہر مورچہ کی چھوٹی سے لے کر بڑی تمام جنگی حکمت عملی آپ کی ہدایات کے مطابق تشکیل دی جاتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ اس وقت کے بڑے بڑے حکمران اور انکی افواج و عوام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی سے سراسیمہ اور خوفزدہ ہو جاتے تھے۔

اسلامی تقویم سن ہجری حضرت فاروق اعظم ہی کے عہد خلافت میں شروع کی گئی تھی۔ آپ کے دور میں تقریباً چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں، نئے پل، سڑکیں، مسافر خانے، نہریں اور کنویں وغیرہ تعمیر کیے گئے۔ مدارس قائم کیے گئے، جہاں قرآن مجید، تفسیر، حدیث، فقہ اور زبان وادب کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام تھا۔ نیز مسجد نبوی کی توسیع کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔

26ذی الحجہ 23ہجری بدھ کے دن دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز فجر کی امامت شروع ہی کی تھی کہ کسی شخص نے خنجر سے آپ پر لگاتار وار کیے۔ زخم گہرے تھے اور خون جاری تھا، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون تھا جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا؟ صحابہ نے جواب دیا کہ یہ ایرانی غلام ابولولو فیروز تھا۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: الحمدللہ! میرا قاتل مسلمان نہیں ہے۔

بعد وفات باجازت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے روضہ اقدس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا اجمعین۔

جنزل(ر) حمید گل

چیچنیا مسلم امہ کی توجہ کا طالب

چیچن مسلمان پوری دنیا میں منفرد ہیں۔ شمالی قفقاز میں چالیس سے زیادہ اقوام بستی ہیں، لیکن ان میں چیچن اپنی تہذیب اور انداز فکر ونظر میں یکسر مختلف ہیں۔ یہ سعادت مند لوگ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ جب کہ مشرق یورپ کی دوسری اقوام کئی صدیوں بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ وہ ہمیشہ سے توحید پرست چلے آتے ہیں، اس لیے جب انہیں قبول اسلام کی دعوت ملی تو انہوں نے اسلام کو دل وجان سے قبول کر لیا۔ حضرت بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ طریقت سے وابستہ ہو گئے۔

ساڑھے چھ سو سال سے وہ مسلسل مصروف جہاد ہیں۔ ان کی تاریخ میں امام منصور اور امام شامل کے نام ہمیشہ دمکتے رہیں گے۔ اپنی بے پناہ افرادی اور جنگی طاقت کے بل پر روسی ان کے علاقے پر کئی بار قابض ہوئے لیکن ان سے ہمیشہ خوف زدہ بھی رہے۔ یہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے لیکن موجودہ دور میں جنگ گروزنی کے دروازے پر پہنچ کر بھی روسی تین ماہ تک شہر میں داخل ہونے سے خوف زدہ رہے۔ روس سمیت اس پورے خطہ ارض میں چیچن بہادری اور شجاعت کی مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ زار کے دور میں ایک روسی جنرل نے اپنے دارالحکومت سے کمک کی درخواست کی تو لکھا کہ اگر اسے ایک چیچن بھیج دیا جائے تو کافی ہو گا۔ چیچن مائیں گویا اپنے بچوں کو حمیت دودھ میں گھول کر پلاتی ہیں۔ 1940ء میں سٹالن کے دور میں ساری چیچن آبادی کو سائبیریا وغیرہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ پچاس فیصد چیچن بھوک پیاس اور سردی سے مر گئے۔ دوسری مسلمان آبادیوں کے ساتھ بھی یہی ہوا، لیکن چیچن والوں نے جبری جلاوطنی کو کبھی قبول نہ کیا۔ بد قسمتی سے عالم اسلام نے چیچن عوام کو جدوجہد آزادی کی مدد کبھی نہ دی۔ امام شامل نے بے سروسامانی کی حالت میں زار روس کو للکارا اور متعدد بار روسیوں کو شکست دی۔ ترکی اس دور میں ایک بڑی طاقت تھی، لیکن امام شامل کی متعدد درخواستوں کے باوجود ترکوں نے اس عظیم مجاہد کو بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ بالآخر روس ان کی تحریک کچلنے میں کامیاب ہو گیا۔ سوویت یونین ٹوٹنے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ چیچنیا اور شمالی قفقاز کی دوسری ریاستوں کو بھی آزادی مل جاتی، لیکن مغرب نے بھی خاموشی اختیار کیے رکھی کہ کیپین کی بندرگاہ میں مسلمان ان کے اقتصادی مفادات کے لیے خطرہ نہ بن جائیں۔

یہ ہر لحاظ سے دنیا کا امیر ترین علاقہ ہے خصوصاً تیل کے ذخائر ہیں۔ مغرب دو علاقوں کو اپنی معاشی زندگی کے لیے شہ رگ کی حیثیت دیتا ہے۔ ایک کیپین کے علاقے اور دوسرا مشرق وسطیٰ کو۔ اسرائیل کا جواز بھی یہی ہے کہ دنیا میں وسائل اور ذرائع آمدن کی کمی ہو رہی ہے جبکہ وسط ایشیاء کے وسائل سے ابھی کم ہی فائدہ

اٹھایا گیا ہے۔ قازقستان میں دنیا کی سب سے بڑی آئل فیلڈ ہے، جسے اب اڈیسہ تک لے جانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ دنیا میں گیس کا سب سے بڑا ذخیرہ ترکمانستان میں ہے۔ باکو اور بحیرہ کیپئن میں بہت زیادہ تیل ہے۔ گیس اور تیل کی بڑی پائپ لائن چیچنیا میں سے گزرتی ہے، اس کے ریگولیٹر گروزنی کے پاس لگے ہیں۔ یہ پائپ لائن آج کل بند پڑی ہے، جو روس کی معیشت کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ روس سمجھتا ہے کہ اگر یہ علاقہ اس کے پاس نہ رہا تو اس کے مزید ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مغرب کو بھی تشویش ہے کہ روس ٹوٹا تو یورپ میں مہاجرین کا سیلاب امڈ پڑے گا۔ روس یا مغرب کے مفادات سے بنیادی حقیقت بدل نہیں سکتی، آزادی کی تحریک آگے بڑھے گی اور اس لہر کی قیادت چیچن کریں گے۔ تحریک آزادی کمیونسٹ دور میں شبت کے نام سے شروع ہوئی تھی۔ یہ جماعت معروف شاعر، دانشور اور مفکر زیلم خاں نے بنائی ہوئی تھی۔ 1991ء کے آخر میں جب مختلف ریاستوں نے اعلان آزادی کیا تو جوہر دوائف اس جماعت میں شامل ہو گئے۔ چیچنیا نے اعلان آزادی کیا تو ماسکو سے ایک بٹالین پیراملٹری ٹروپس گروزنی بھجوائے گئے کہ یہ ایک چھوٹی سی نو لاکھ کی ریاست ہے۔ چیچن والوں نے ان سے اسلحہ اور ہتھیار لے کر انہیں واپس ماسکو بھیج دیا۔ تین برس تک روسیوں کو دوبارہ دست درازی کی ہمت نہ ہوئی۔ 1994ء کے آخر میں روس نے ان پر حملہ کر دیا پھر دنیا نے ایک بے مثال جنگ کا نظارہ کیا۔ جب نہتے لوگوں نے دشمن سے اسلحہ چھینا اور بیس ماہ کے اندر اسے عبرتناک شکست دی۔ ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے روس نے گفت و شنید شروع کی۔ اس وقت کے صدارتی امیدوار الیگزنڈر لیبڈ اور چیچنیا کے نائب صدر زیلم خان کے درمیان مذاکرات کا آغاز ہوا۔ اس دوران جوہر دوائف ایک سازش کے ذریعے شہید کر دیے گئے اور زیلم خان صدر بن گئے۔ مسند صدارت سنبھالتے ہی انہوں نے شریعت اسلامی کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔

ساری قوم نے اس صدارتی حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے صدارتی انتخابات کرانے کا ایک غیر ضروری فیصلہ کیا۔ ارسلان مسخاروف صدر منتخب ہو گئے۔ ان انتخابات نے قوم کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ شکست کھانے کے بعد روس نے مذاکرات کا اظہار کیا۔ زیلم خان ماسکو گئے، یلسن نے نمائندہ نامزد کیا تو زیلم خان نے کہا: ایک صدر ہی دوسرے صدر سے مذاکرات کر سکتا ہے۔ اس موقع پر کرملن میں زیلم خان نے پہلی مرتبہ اذان دی اور باجماعت نماز ادا کی۔ معاہدہ طے پایا، دونوں ممالک نے عہد کیا کہ وہ مسئلے کا سیاسی حل تلاش کریں گے اور جارحیت سے باز رہیں گے، حق خود ارادیت کا احترام کیا جائے گا۔ یہ طے پایا کہ 31 دسمبر 2001ء تک چیچن اپنی مرضی سے حکومت چلائیں گے۔

اس کے بعد چیچن ایک ریفرنڈم کے ذریعے اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ بدقسمتی یہ ہوئی کہ کسی مسلم ملک نے چیچنیا کو آزاد ریاست کے طور پر تسلیم نہ کیا حالانکہ یہ ایک بین الاقوامی معاہدہ تھا اور خود روس نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔ عالم اسلامی کی سرد مہری سے حوصلہ پا کر سازش تیار کی گئی، باقاعدہ منصوبے کے تحت یلسن نے ماسکو میں دھماکے کرائے، جن کا اعتراف خود روسی کرتے ہیں اور پھر دھماکوں کا الزام چیچنیا پر عائد کر دیا۔ مغرب نے روس کی مالی امداد جاری رکھی، چنانچہ روس نے معاہدہ توڑ ڈالا۔ آج روس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، مسلم ممالک محض تماشائی ہیں۔ چیچن اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے، وہ چوٹ کھا کر زیادہ قوت سے جواب دیتے ہیں۔ جارجیا سے ان کا معاہدہ تھا۔ اس لیے ایک سڑک نکال کر اس سے رابطہ قائم کر لیا گیا۔ لیکن علاقے کی دوسری تمام ریاستیں کمزور اور بے بس ہیں۔ مغرب یلسن کے بعد ولادی پیوشن کی سرپرستی کر رہا ہے۔ زیلم خان نے حالیہ دورہ پاکستان کے دوران کہا ہے کہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کا قتل عام ہو رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ پاکستان کو کیا کرنا چاہیے؟ پاکستان کو چاہیے کہ وہ آزاد چیچنیا کو تسلیم کرے اور ماسکو معاہدے کا احترام کرے تو اس سے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں۔ میں نے چند اسلامی تحریکوں کو یہ تجویز دی ہے کہ وہ چین میں اپنے وفود بھیجیں۔ چین ہمارا فطری اتحادی ہے چین کا مسلم دنیا سے کٹ جانا نہ ہمارے لیے مفید ہے، نہ چین کے لیے۔ چیچنیا کے مسئلے پر اسلامی کانفرنس نے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ اس وقت اسلامی کانفرنس کا چیئرمین، اسلامی انقلاب کا داعی اور علمبردار ایران ہے۔ چیچنیا کو ایران سے شکوہ کہ اس نے قابل رشک کردار ادا نہیں کیا۔ زیلم خان کو تو یہ شکایت بھی ہے کہ انہیں ایران جانے کی اجازت ملی لیکن بعد میں یہ اجازت واپس لے لی گئی۔ ہر مسلمان ملک کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ چیچنیا سے ہر مسلمان کا تعلق ہے۔ اس وقت رشین فیڈریشن میں بائیس ملین مسلمان آباد ہیں۔ اگر ہم نے چیچنیا کے مسئلے پر اغماض برتا تو فیڈریشن کے دوسرے مسلمان بھی کمزور ہو جائیں گے۔ اسلامی کانفرنس کو خاموش تماشائی بن کر نہیں رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کو اپنے حکمرانوں پر بھی دباؤ ڈالنا چاہیے خصوصاً پاکستان سے ان کو بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ جوہر دوائف نے اپنے عوام کو وصیت کی تھی کہ اگر روئے زمین پر کوئی ملک آپ کی مدد و حمایت کر سکتا ہے تو وہ پاکستان ہے کہ یہ ایک اسلامی ریاست ہے اور افغان جہاد کی کامیابی میں اس کا اہم کردار ہے۔ حال ہی میں سعودی عرب نے روس سے چالیس ملین ڈالر کا ایک معاہدہ کیا۔ ظاہر ہے یہ مدد روسی فوج کی مضبوطی اور قوت پر ہی خرچ ہو گی۔ دوسری طرف چیچنیا چاروں اطراف سے روس نواز ریاستوں میں اس طرح گھرا ہوا ہے کہ ان تک کوئی مدد پہنچ ہی نہیں پاتی۔ تبلیسی کی طرف سے ایک تنگ سا راستہ ہے، جہاں سے انہیں محدود مدد ملتی ہے۔ عالم اسلام نے مدد نہ کی تو یہ چھوٹی سی اسلامی ریاست ختم ہو جائے گی اور ملت اسلامیہ کے لیے یہ ایک بڑی شرمناک بات ہو گی۔ انہیں نقد رقم کی ضرورت ہے رقم ہو تو وہ سب کچھ روسیوں سے خرید سکتے ہیں۔ روسی اپنے ٹینک اور توپوں تک اونے پونے فروخت کر دیتے ہیں۔ روس ہی وہ ملک تھا جس نے سب سے پہلے پاکستان کی مخالفت کی، جس نے پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم کردار ادا کیا، کشمیر کے مسئلہ پر ویٹو کی تلوار استعمال کرتا ہے اور اسرائیلی ریاست کو تسلیم کرنے والا پہلا ملک بھی روس ہی تھا۔ افغانستان میں پندرہ لاکھ افراد روس نے ہی قتل کیے۔ ہمارے سامنے طالبان کی مثال ہے، انہوں نے چیچنیا کو تسلیم کر لیا خود طالبان کو تین ممالک کے سوا کسی نے تسلیم نہ کیا۔ لیکن وہ زندہ اور آزاد ہیں، وہ ہم سے زیادہ آزاد ہیں۔ مغرب اور امریکہ چیچنیا میں قتل عام پر خاموش ہیں، وادی کشمیر میں اسی ہزار انسانوں کے قتل عام پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے، لیکن مشرقی تیمور میں ڈیڑھ لاکھ افراد کے لیے تین ماہ کی تحریک کے بعد ریفرینڈم کرا کے انہیں آزادی دلا دی۔ لہذا چیچنیا عالم اسلام کا مسئلہ ہے، مغرب کا نہیں۔

تعریف اہل سنت اور ہم سنی کیوں ہیں؟؟؟

مفتی محمد اشرف القادری

الاستفتاء :

۱. سنی کا کیا مطلب ہے ؟

۲. ہم سنی العقیدہ کیوں ہیں ؟

۳. یہ نام کیوں رکھا گیا؟

السائل :

ایم شبیر بٹ، صدیقیہ کالونی، بادامی باغ، لاہور۔

الجواب بغوث العلام المنعام الوہاب

مسئلہ نمبر ۱

سنی کا مطلب کیا ہے ؟

"سنی" سنت کی طرف منسوب ہے۔ اس کا معنی ہے سنت کی پیروی کرنے والا۔ "اہل سنت" کا بھی یہی معنی ہے۔ یہ دونوں لفظ در حقیقت "اہل سنت وجماعت" کے اختصار ہیں اور اہل سنت وجماعت تین کلموں پر مشتمل ہے۔ اہل، سنت اور جماعت۔ ان کا معنی ومطلب درج ذیل ہے :

(۱) اہل = والا، دوستی رکھنے والا، لازم پکڑنے والا، وغیرہ۔ مراد دوستی رکھنے والا، یا لازم پکڑنے والا، یا پیروکار ہے۔

(۲) سنت = راستہ، طریقہ۔ مراد سنت نبوی، یا طریقہ نبویہ ہے۔

(۳) جماعت = گروہ۔ مراد گروہ صالحین ہے، جس کی اولین مصداق جماعت صحابہ ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ.

لہذا اہل سنت وجماعت کا مطلب ہوا : "طریقہ نبوی وجماعت صحابہ وصالحین کا پیروکار۔"

چنانچہ حکیم الملۃ والدین حضرت علامہ امام محمد غزالی رضی اللہ عنہ ایک حدیث نبوی میں نقل فرماتے ہیں :

قِیْلَ وَمَنْ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ.

("احیاء علوم الدین" ج:۳، ص:۲۲۵، طبع مصر.)

"عرض کیا گیا حضور! "اہل سنت وجماعت" کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ طریقہ جس پر اسوقت میں ہوں اور میرے صحابہ کی جماعت۔ جو طریقہ نبوی وجماعت صحابہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔"

خیال رہے کہ اصطلاح شریعت اور عرف عام میں :

"سنی"

"اہل سنت"

"اہل سنت وجماعت"

ان تینوں لفظوں کا ایک ہی مفہوم ومطلب لیا جاتا ہے،

یعنی طریقہ نبوی وجماعت صحابہ کا پیروکار۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

مسئلہ نمبر ۲

هم سنی العقیدہ کیوں ہیں؟

ہم سنی العقیدہ اس لیے ہیں کہ:

(۱) سنت وجماعت کی پیروی اللہ ورسول کا فرمان ہے۔ (جَلَّ جَلَالُہٗ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم.)

(۲) اہل سنت وجماعت ہی میں "حق" دائر ہے۔

(۳) اہل سنت وجماعت ہی "سنت نبوی اور طریقہ صحابہ کرام" پہ گامزن ہیں۔

(۴) اہل سنت وجماعت ہی "خالص اسلام" پر کاربند ہیں، جو ہر قسم کی تحریف وآمیزش سے پاک ہے۔ نیز اہلسنت ہی کتاب وسنت کے سچے متبع ہیں۔

(۵) اہل سنت وجماعت ہی وہ مقدس گروہ ہے جس میں "تمام مقبولان خدا، صدیقین، شہداء، صالحین، اولیاء، ابدال، ائمہ دین اور سبھی مقدسین" ہوئے اور ہوں گے۔

(۶) اہل سنت وجماعت ہی "طائفہ منصورہ" یعنی نصرت وتائید الٰہی سے مالامال جماعت ہیں، جو تا قیامت حق پر قائم اور ہمیشہ ان کی حجت غالب رہے گی۔

(۷) قیامت کے روز اہل سنت وجماعت کے چہرے "سفید، روشن" اور بد مذہبوں کے چہرے "سیاہ، تاریک" ہوں گے۔

(۸) اہل سنت وجماعت سے الگ ہونے والا قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔

(۹) اہل سنت وجماعت ہی "فرقہ ناجیہ" یعنی نجات پانے والا گروہ ہیں، جبکہ تمام بد مذہب فرقے جنہم میں عذاب الٰہی میں گرفتا رہوں گے۔

(۱۰) اہل سنت وجماعت ہی "جنتی گروہ" ہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَة.

اور یہ تمام باتیں قرآن وحدیث، ائمہ دین، مفسرین ومحدثین کے ارشادات اور مخالفین اہلسنت کے مسلمہ اکابر کے اقوال سے ثابت ہیں۔ چنانچہ مختصراً ملاحظہ فرمائیے:

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

"وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ."

("القرآن"، لقمان ۳۱:۱۵)

"اور اس کے طریقے کی پیروی کر جو میری طرف رجوع لایا۔"

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اس ہستی کے طریقے کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف رجوع لائی۔ اب وہ ہستی ہے کون؟ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے مفسرین کرام فرماتے ہیں:

وَهُوَ النَّبِيُّ ﷺ وَاَصْحَابُهٗ.

("معالم التنزيل": البغوى، لباب التأويل فى معانى التنزيل": الخازن، كلاهما (ج:۵، ص:۲۱۶)، طبع مصر.

"التفسير المظهرى" ج:۷، لقمان، ص:۲۵۷، دهلى.

"الفتوحات الالهية": الجمل، ج:۳، ص:۴۰۵، طبع مصر.

"حاشية الصاوى على تفسير الجلالين" ج:۳، ص:۲۱۳، طبع مصر.)

"اور وہ ہستی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔"

نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی نے آیت کریمہ میں نبی اکرم ﷺ اور جماعت صحابہ کے طریقے کی پیروی کرنے کا حکم دیا اور یہی "طریقہ نبوی وجماعت صحابہ کی پیروی" ہی مذہب سنت وجماعت ہے۔

اور رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ."

("الصحیح المستدرک علی الصحیحین": الحاکم، ج:۱، ص:۹۶، طبع بیروت. عن عرباض بن ساریة رضی الله عنه)

"میری سنت اور خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑو، اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوط پکڑے رکھو۔"

اور فرماتے ہیں:

"اُوصِیکُمْ بِاَصْحَابِی..... فَمَنْ اَرَادَ مِنْکُمْ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ."

("الصحیح المستدرک علی الصحیحین": الحاکم، ج:۱، ص:۱۱۴، طبع بیروت. عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه ملخصاً.)

"میں تمہیں اپنے صحابہ کی پیروی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تو جو شخص تم میں وسط جنت پہنچنا چاہتا ہو تو وہ اس جماعت (صحابہ) کو لازم پکڑے۔"

پہلی حدیث میں کتنی تاکید کے ساتھ حضور ﷺ اپنی سنت اور خلفاء راشدین کے طریقے کی، اور دوسری حدیث میں کتنے زور دار انداز میں آپ جماعت صحابہ کی پیروی کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ اور یہی "سنت نبوی اور جماعت صحابہ کی پیروی کرنا" سنی ہونا ہے۔ لہذا ہم سنی ہو کر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اکرم ﷺ کا فرمان بجا لا رہے ہیں۔

اور غیر مقلدین (نام نہاد اہل حدیثوں) کے سرمایہ افتخار و مسلمہ پیشوا علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے صاحبزادے علامہ ابو الخیر نور الحسن قنوجی لکھتے ہیں:

"و حق دائر است در مذاہب اہل سنت و جماعت."

("النهج المقبول من شرائع الرسول"، ص:۱۳، طبع بھوپال.)

"اور حق مذاہب اہل سنت و جماعت میں دائر ہے"

یہی قنوجی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"و فرقہ ناجیہ گروہ اہل سنت ست کہ ماشی ست بر سیرت نبوی و سیرت صحابہ مصطفوی صلعم (۱) "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی" دلیل بین ست بر آن."

(۱) ہم کہتے ہیں صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ

("النهج المقبول من شرائع الرسول"، ص:۱۳، طبع بھوپال.)

"اور فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والا گروہ "اہل سنت" ہی ہیں، جو سنت نبوی اور طریقہ صحابہ مصطفوی ﷺ پر گامزن ہیں۔ اس پر روشن دلیل یہ حدیث ہے کہ "نجات پانے والا گروہ وہ ہے جو اس طریقے کا پیروکار ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

انہی کے بہت بڑے محقق، اور محبوب پیشوا، ان کے شیخ الاسلام، علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"فَاِنَّمَا هُمْ فِیْهِ مُتَّبِعُوْنَ لِلْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَطَرِیْقَتُهُمْ هِیَ دِیْنُ الْاِسْلَامِ الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ بِهٖ مُحَمَّدًا ﷺ.

لٰکِنْ لَمَّا اَخْبَرَ النَّبِیُّ ﷺ اَنَّ اُمَّتَهٗ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِیَ الْجَمَاعَةُ. وَفِیْ حَدِیْثٍ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: "هُمْ مَنْ کَانَ عَلٰی مِثْلِ مَا اَنَا عَلَیْهِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ." صَارَ الْمُتَمَسِّکُوْنَ بِالْاِسْلَامِ الْمَحْضِ الْخَالِصِ مِنَ الشَّوْبِ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَفِیْهِمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ وَالصَّالِحُوْنَ، وَمِنْهُمْ اَعْلَامُ الْهُدٰی وَمَصَابِیْحُ الدُّجٰی اُوْلُوا الْمَنَاقِبِ الْمَاْثُوْرَةِ، وَالْفَضَائِلِ الْمَذْکُوْرَةِ، وَفِیْهِمُ الْاَبْدَالُ، وَفِیْهِمْ اَئِمَّةُ الدِّیْنِ الَّذِیْنَ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی هِدَایَتِهِمْ، وَهُمُ الطَّائِفَةُ الْمَنْصُوْرَةُ الَّذِیْنَ قَالَ فِیْهِمُ النَّبِیُّ ﷺ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ مَنْصُوْرَةً لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ. نَسْاَلُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَنَا مِنْهُمْ وَاَنْ لَا یُزِیْغَ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَانَا۔"

("العقیدة الواسطیة": الشیخ ابن تیمیة الحرانی مع شرحها للشیخ محمد

خلیل ہراس، ص:۱۶۷، طبع دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور۔)

"اہل سنت اپنی گفتار و کردار میں قرآن و سنت کی ہی اتباع کرتے ہیں۔ اور ان کا طریقہ وہی دین اسلام ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی خبر دی تھی کہ حضور ﷺ کی امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، تمام فرقے دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے۔ اور وہ (دوزخ سے نجات پانے والا گروہ) جماعت (اہل سنت) ہے۔ اور آپ کی دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہ گروہ ناجی وہی ہے جو میری سنت اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔" تو اس بنا پر بھی، آمیزش سے پاک اور خالص اسلام پر کاربند صرف اور صرف اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ اور اہل سنت ہی میں صدیقین، شہداء، اور صالحین ہوئے۔ اور انہی میں سے خدا کے وہ محبوب و مقرب بندے ہوئے جو راہ گم کردہ لوگوں کے لیے ہدایت کے نشان راہ، اور گمراہی کی تاریکیوں میں روشن چراغ ہیں، جن کے مناقب منقول، اور ان کے فضائل کے چرچے ہیں۔ اور انہی میں ابدال ہیں، اور انہی میں دین کے وہ امام ہیں جن کی راہنمائی و پیشوائی پر تمام مسلمان متفق ہو چکے ہیں۔ اور اہل سنت ہی وہ "طائفہ منصورہ" یعنی الٰہی مدد یافتہ گروہ ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "میری امت کا ایک گروہ تاقیامت حق پر ڈٹا رہے گا، نصرت و مدد الٰہی ان کی دستگیری فرماتی رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے یا انکی مدد سے ہاتھ اٹھا لینے والے ان (کے دین) کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔" ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ان (اہل سنت) میں ہی رکھے اور ہمیں (اہل سنت کی راہ کی، ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو اس کی طرف سے ٹیڑھا نہ کردے۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ. وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ."

("القرآن"، آل عمران ۳:۱۰۶،۱۰۷)

"جس دن (روز قیامت) کچھ چہرے سفید چمکتے، اور کچھ چہرے سیاہ کالے ہوں گے۔ تو وہ جن کے چہرے کالے ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو، بدلہ اپنے کفر کا۔ اور لیکن وہ جن کے چہرے سفید چمکتے ہوں گے، وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

ان آیتوں کی تفسیر میں سیدنا ابو سعید الخدری اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے درج ذیل حدیث نبوی منقول ہے:

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ" قَالَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْجَمَاعَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالْأَهْوَاءِ."

("الدر المنثور فی تفسیر القرآن بالمأثور": السیوطی، ج:۲، ص:۶۳، طبع مصر۔ وقال اخرج الخطیب والدیلمی عن ابن عمر...الخ وقال اخرج ابونصر فی الابانۃ عن ابی سعید الخدری...الخ۔

"التفسیر المظھری" ج:۲، آل عمران، ص:۱۱۶، طبع دھلی۔

"التفسیر فتح القدیر": الشوکانی، ج:۱، ص:۳۷۱، طبع دارالفکر بیروت۔ واللفظ من الدر المنثور۔)

"رسول اللہ ﷺ نے آیہ کریمہ "يَوْمَ تَبْيَضُّ" والی پڑھ کر فرمایا کہ (قیامت کے روز) اہل سنت و جماعت کے چہرے سفید چمکتے ہونگے اور بد مذہبوں کے چہرے سیاہ کالے ہوں گے۔"

نیز ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

سے انہی آیتوں کی تفسیر میں مروی ہے :

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ قَالَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَهْلِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَةِ."

("الدر المنثور فی تفسیر القرآن بالمأثور" ج:۲، ص۶۳،طبع مصر۔وقال اخرج ابن ابی حاتم وابو نصر فی السنة والخطیب فی تاریخه واللالکائی فی السنة عن ابن عباس...الخ.

"تفسیر ابن کثیر" ج:۱، ص:۳۹۰، طبع مصر.

"لباب التأویل فی معانی التنزیل": الخازن ج:۱، ص:۲۰۳، طبع مصر.

"معالم التنزیل": البغوی بهامش الخازن ج:۱، ص:۲۰۱، طبع مصر.

"التفسیر المظهری" ج:۲، آل عمران، ص:۱۱۶، طبع دهلی.

"الجامع لاحکام القرآن" للقرطبی ج:۴، ص:۱۶۷، طبع بیروت.

"التفسیر فتح القدیر" للشوکانی ج:۱، ص:۳۷۲، طبع بیروت. واللفظ من الدر المنثور.)

"ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اہل سنت وجماعت کے چہرے سفید چمکتے اور بد مذہب گمراہوں کے چہرے کالے سیاہ ہوں گے۔"

اور امام محدث وفقیہ ابو اللیث شیخ نصر بن محمد السمرقندی ایک حدیث نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"رَوٰی مَعْقِلُ بْنُ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ رَجُلَانِ لَاتَنَالُهُمَا شَفَاعَتِیْ، وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ لَاتَنَالُهُمَا شَفَاعَتِیْ اِمَامٌ ظَلُوْمٌ وَّغَالٍ فِی الدِّیْنِ مَارِقٌ مِّنْهُ یَعْنِی الَّذِیْ یَغْلُوْ فِیْ دِیْنِهٖ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ طَرِیْقِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.

("تنبیه الغافلین" ص:۲۰۱، طبع مصر.)

"حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : دو آدمیوں کو میری شفاعت نہیں پہنچے گی، اور دوسری روایت میں ہے : میری امت سے دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نہیں ملے گی۔ ایک تو ظالم حکمران کو، دوسرے اس شخص کو جو دین غلو کرنے والا (حد سے بڑھنے والا)، گمراہی اختیار کر کے دین سے نکل جانے والا ہو۔ یعنی جو اپنے دین میں غلو کر کے مذہب سنت وجماعت سے خارج ہو جائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً"

("الجامع السنن" للترمذی مع شرحه "تحفة الاحوذی" ج:۳، ص:۳۶۷، طبع فیصل آباد. عن ابیهریرة رضی الله عنه.)

"کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً" قَالُوْا مَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ "قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ"

("الجامع السنن" للترمذی مع شرحه "تحفة الاحوذی" ج:۳، ص:۳۶۸، طبع فیصل آباد. عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنهما.)

"وَفِیْ رِوَایَةٍ "وَهِیَ الْجَمَاعَةُ"

("الصحیح المستدرك علی الصحیحین": الحاکم، ج:۳،ص:۱۲۸، طبع بیروت. عن معاویة رضی الله عنه.)

"میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کونسا گروہ ہوگا؟ فرمایا : جو میری سنت اور میرے صحابہ کے طریقے کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اہل جماعت ہوں گے۔

دیکھئے! اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس امت کے تہتر (73) فرقوں میں سے ایک کو "ناجی" یعنی نجات پانے والا قرار دیا اور باقی تمام فرقوں کو جہنمی ٹھہرایا۔ یہ بھی بتایا کہ نجات

پانے والا گروہ وہی ہوگا جو "طریقہ نبوی اور جماعت صحابہ کی پیروی کرنے والا" ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ طریقہ نبوی وجماعت صحابہ کی پیروی کرنے والے "اہل سنت وجماعت" ہی ہیں۔ لہذا حدیث پاک کی روشنی میں روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ صرف اہل سنت وجماعت ہی "ناجی" ہیں اور باقی تمام فرقے جہنمی۔ اور اسی لیے ہم سنی العقیدہ ہیں۔

علاوہ ازیں حدیث پاک کی بعض روایات میں یہ مسئلہ مزید اس قدر واضح اور روشن کرکے بتادیا گیا ہے کہ کسی شخص کے لیے کسی قسم کے شک یا تردد کی بالکل گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

"اَخْبَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً، اَلنَّاجِیَۃُ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ وَالْبَاقُوْنَ ھَلْکٰی. قِیْلَ وَمَنِ النَّاجِیَۃُ؟ قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ. قِیْلَ وَمَا السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ الْیَوْمَ وَاَصْحَابِیْ."

("کتاب الملل والنحل" ج:۱، ص:۲۱، طبع القاہرۃ.)

"نبی اکرم ﷺ نے بتلایا کہ میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ جن میں سے صرف ایک گروہ نجات پانے والا ہوگا اور باقی (جہنم میں) ہلاک ہوجائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ نجات پانے والا گروہ کونسا ہوگا؟ فرمایا: "اہل سنت وجماعت۔" عرض کیا گیا کہ "سنت وجماعت" کا کیا مطلب؟ فرمایا: وہ طریقہ جس پر اس وقت میں ہوں اور میرے صحابہ کی جماعت۔"

دوسری روایت میں ہے:

"قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاھٰذِہِ الْوَاحِدَۃُ؟ قَالَ: اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ."

("تنبیہ الغافلین" للسمرقندی ص:۳۰۱، طبع مصر.)

"صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ ایک جنتی گروہ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اہل سنت وجماعت ہوں گے۔"

ایک اور روایت میں ہے:

"اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَمَّا قَالَ النَّاجِیُ مِنْھَا وَاحِدَۃٌ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَنْ ھُمْ؟ قَالَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ. فَقِیْلَ وَمَنْ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ."

("احیاء علوم الدین" للغزالی ج:۳، ص:۲۲۵، طبع مصر.)

"نبی اکرم ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ان (تہتر (73) فرقوں) میں سے صرف ایک نجات پانے والا ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ ایک نجات پانے والا گروہ کون ہے؟ فرمایا: اہل سنت وجماعت۔ تو عرض کیا کہ "اہل سنت وجماعت" کون ہیں؟ فرمایا: جو طریقہ نبوی وجماعت صحابہ کے پیروکار ہیں۔

اس حدیث کی روایات پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ محدث زین الدین عراقی نے فرمایا: "وَاَسَانِیْدُھَا جِیَادٌ" اسکی سندیں جید وعمدہ ہیں۔

("تخریج العراقی" لاحادیث احیاء، حسب حوالہ مذکور.)

اب حدیث افتراق امت کے تحت "فرقہ ناجیہ" یعنی نجات پانے والے گروہ کی نشاندہی کے سلسلے میں ائمہ دین کے چند ارشادات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں!

(۱) محدث کبیر علامہ امام علی بن سلطان المعروف "ملا علی القاری" فرماتے ہیں:

"لَاشَكَّ وَلَارَیْبَ اَنَّھُمْ ھُمْ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ."

"اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ."

("مرقاة شرح مشكوة" ج:۱، ص:۲۴۸، طبع مکتبه امدادیه ملتان.)

"اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ "فرقہ ناجیہ "اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔

بہتر فرقے سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور "فرقہ ناجیہ "صرف اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔"

(۲) صاحب غنیۃ الطالبین لکھتے ہیں:

"وَاَمَّا الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَهِیَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ."

("الغنية لطالبی طريق الحق" ج:۱، ص:۸۵، طبع مکتبه خاور لاهور.)

"لیکن "فرقہ ناجیہ" تو وہ بس اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔"

(۳) محدث الہند، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"وفرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعتند۔

("اشعة اللمعات شرح مشكوة" ج:۱، ص:۷۶،طبع قديم مصطفائی دهلی.)

"اور "فرقہ ناجیہ "اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔

(۴) امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی فرماتے ہیں:

"طَرِيْقُ النَّجَاةِ مُتَابَعَةُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فِی الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ وَفِی الْاُصُوْلِ وَفِی الْفُرُوْعِ، فَاِنَّهُمُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ وَمَاسِوَاهُمْ مِنَ الْفِرَقِ فَهُمْ فِیْ مَعْرِضِ الزَّوَالِ وَشَرَفِ الْهَلَاكِ عَلِمَهُ الْيَوْمَ اَحَدٌ اَوْ لَمْ يَعْلَمْ، اَمَّا فِی الْغَدِ فَيَعْلَمُهٗ كُلُّ اَحَدٍ وَّلَا يَنْفَعُ."

("مکتوبات امام ربانی" ج:۱، ص:۸۶، مکتوب:۶۹، طبع لاهور.)

"اقوال وافعال اور اصول وفروع میں اہل سنت وجماعت کی پیروی کرنا ہی راہ نجات ہے، کیونکہ اہل سنت وجماعت ہی "فرقہ ناجیہ" ہیں اور ان کے سوا دوسرے فرقے سب زوال پذیر، اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ آج کوئی اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے مگر کل قیامت کو اسے ہر ایک جان لے گا۔ پر اس وقت کا جاننا سود مند نہ ہوگا۔"

(۵) محدث جلیل علامہ جلال الدین السیوطی، ابن عساکر کے حوالے سے علامہ شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم الفقیہ سے روایت فرماتے ہیں:

"قَالَ رَأَيْتُ الْحَافِظَ اَبَا اَحْمَدَ الْحَاكِمَ فِی النَّوْمِ بَعْدَ مَوْتِهٖ فَقُلْتُ اَیُّ الْفِرَقِ اَكْثَرُ نَجَاةً عِنْدَكُمْ؟ فَقَالَ: اَهْلُ السُّنَّةِ."

("شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور" للسيوطی ص:۱۱۹، طبع مدين، سوات)

"شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم الفقیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابواحمد الحاکم کو میں نے انکی وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا آپ کے یہاں (قبر وبرزخ میں) کونسا فرقہ نجات سے زیادہ ہمکنار ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: "اہل سنت"۔

مزید اطمینان کی غرض سے اسی سلسلے میں ہم غیر سنی حضرات کے مسلمہ اکابر کے چند اقوال بطور "مشتے نمونہ از خروارے" سپرد قلم کرتے ہیں، چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

(۱) غیر مقلدین (نام نہاد اہلحدیثوں) کے بہت بڑے پیشوا، اور سرمایہ ناز ہستی، شیخ ابن تیمیہ الحرانی ارشاد فرماتے ہیں:

"اَمَّا بَعْدُ فَهٰذَا اِعْتِقَادُ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ الْمَنْصُوْرَةِ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ."

("العقيدة الواسطية" للشيخ ابن تيميه، حامل الشرح للشيخ محمد خليل هراس. ص:۱۶، طبع لاهور)

"حمد وصلوۃ کے بعد پس یہ فرقہ ناجیہ "اہل سنت

وجماعت" کا عقیدہ ہے، جو قیامت کے قائم ہونے تک نصرت ومدد الٰہی سے ہمکنار رہیں گے۔"

"فَاِنَّ الْفِرْقَةَ النَّاجِيَةَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِذٰلِكَ."

("العقيدة الواسطية" للشيخ ابن تيميه، حامل الشرح للشيخ محمد خليل هراس. ص:١١٥، طبع لاهور)

"فرقہ ناجیہ "اہل سنت وجماعت" ان چیزوں (صفات الٰہیہ) پر ایمان رکھتے ہیں۔"

"وَتُؤْمِنُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ."

("العقيدة الواسطية" للشيخ ابن تيميه، حامل الشرح للشيخ محمد خليل هراس. ص:١٣٩، طبع لاهور)

"اور فرقہ ناجیہ "اہل سنت وجماعت" اچھی بری ہر قسم کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔"

(۲) انہی حضرات کے امام کبیر علامہ نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی کے فرزند علامہ نورالحسن قنوجی فرماتے ہیں:

"وفرقہ ناجیہ گروہ اہل سنت ست۔"

("النهج المقبول من شرائع الرسول" ص:١٢، طبع بهوپال)

"اور فرقہ ناجیہ "اہل سنت وجماعت" کا گروہ ہے۔"

(۳) انہی غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث وناقد علامہ شیخ عبدالرحمٰن المبارکپوری رقمطراز ہیں:

"تَكَامَلَتِ الْفِرَقُ الضَّالَّةُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَالثَّالِثَةُ وَالسَّبْعُوْنَ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ. وَهِيَ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ."

("تحفة الاحوذى شرح الجامع السنن" للترمذى ج:٣، ص:٣٦٧، طبع ضياء السنة، فيصل آباد)

"گمراہ فرقے پورے بہتر (72) ہیں، تہتروں (73) گروہ "اہل سنت وجماعت" ہیں۔ اور یہی گروہ "فرقہ ناجیہ" ہیں۔"

"فَتِلْكَ اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ، وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ."

("تحفة الاحوذى شرح الجامع السنن" للترمذى ج:٣، ص:٣٦٨، طبع ضياء السنة، فيصل آباد)

"تو یہ بہتر (72) فرقے ہیں، جو سب کے سب دوزخی ہیں۔ اور نجات پانے والا گروہ صرف اور صرف اہل سنت ہیں۔"

(۴) دیوبندی مکتب فکر کے لاریب امام علامہ رشید احمد گنگوہی کے شاگرد کبیر، علامہ خلیل احمد انبیٹھوی حدیث افتراق امت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ) اَيْ نَارِ جَهَنَّمَ (وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ) اَيْ وَهِيَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ."

("بذل المجهود فى حل سنن ابى داود" ج:٦، ص:١٨٩، طبع مكتبه ماجديه، كوئٹه۔)

"72 فرقے جہنم کی آگ میں داخل ہوں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا، اور وہ گروہ "جماعت" ہے۔ یعنی وہ گروہ "اہل سنت وجماعت" ہیں۔"

(۵) شیعہ مذہب کی انتہائی مستند ومعتبر کتاب "جامع الاخبار" میں ایک طویل حدیث قدسی مرقوم ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے "اہل سنت وجماعت" کے لیے یہ عظیم خوشخبری سنائی کہ:

"لَيْسَ عَلٰى مَنْ مَّاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. يَامُحَمَّدُ مَنْ اَحَبَّ الْجَمَاعَةَ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَالْمَلٰئِكَةُ اَجْمَعِيْنَ."

("جامع الاخبار شيعى" ص:٩٠، فصل سى وششم، طبع طهران)

"جو شخص مذہب اہل سنت وجماعت پر مرے گا اسے نہ

قبر میں عذاب ہو گا، اور نہ اس پر روز قیامت کی سختی ہو گی۔ اے محمد ﷺ! جو اس جماعت سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے اس سے محبت کریں گے۔"

اور آخر میں عظیم بشارت پر مشتمل ایک حدیث پاک کو قلمبند کر کے ہم اس مسئلے کو ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ امام محدث وفقیہ شیخ نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی اپنی سند متصل کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت سے ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں۔ جس میں سرکارِ ابد قرار حضرت محمد رسول ﷺ یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ:

"اِنْ سَرَّكُمْ اَنْ تَسْكُنُوْا بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ وَنَعِيْمِهَا فَالْزَمُوْا السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ."

("تنبیہ الغافلین" ص:۲۰۲، طبع مصر۔)

"اگر تمہیں بہترین جنت اور اس کی نعمتوں میں رہنا پسند ہو تو مذہب "اہل سنت وجماعت" کو لازم پکڑو۔"

مسئلہ نمبر ۳

یہ نام کیوں رکھا گیا؟

"اہل سنت" اہل حق، سچے مسلمانوں کا امتیازی نام، شناختی نشان، اور انکی سچی پہچان ہے۔ اور انکا یہ نام اس لیے ہوا کہ انہوں نے دل وجان سے سنت نبوی وجماعت صحابہ وصالحین کا طریقہ اپنایا۔ جب کہ ان کے علاوہ اسلام کے دعویدار دوسرے فرقوں کے زعماء نے افراط وتفریط، اور غلو وتقصیر کا شکار ہو کر طریق سنت وجماعت سے انحراف کر کے گمراہی کے راستے اختیار کیے۔

فَقَطْ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ الْاَكْرَمُ.
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

سی آئی اے کی کارستانیاں!!!

ایک اور یاسر عرفات کی تیاری؟؟؟

ترتیب وترجمہ: ظہیر عباس

اردشیر کاؤس جی کے کالم سے اقتباس

تلخ حقائق پر مشتمل "اردشیر کاؤس جی" کے کالم سے کچھ اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں روزنامہ "ڈان" 20-2-2000 کے شکریہ کے ساتھ، اس مقصد کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں کہ وہ ارباب حکومت سے مؤثر انداز میں ان حقائق کی تحقیقات کا مطالبہ کریں! کہیں ایسا تو نہیں کہ اس پاک سرزمین پر بھی امریکی ایجنسیاں کسی "یاسر عرفات" کی پرورش میں مصروف عمل ہوں؟؟؟

"C.I.A (امریکی انٹیلی جنس ایجنسی) کی اصطلاح میں "Blowback" وہ منفی اثرات ہیں جو بیرون ممالک میں C.I.A کی چالوں کی وجہ سے امریکہ پر اثرانداز ہوتے ہیں۔" یہ وہ ابتدائی جملے ہیں جو "Jim hoagland" اپنے 16 جنوری کو واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والے کالم "Turncoat terrorists" میں لکھتا ہے:

"Blowback" بنیادی طور پر اس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا، تاکہ امریکہ کے "Information Flow" میں جان بوجھ کر داخل کی گئی اطلاعات کا سدباب کیا جا سکے۔ مگر "hoag-land" کا کہنا ہے کہ "Blowback" نے محض جھوٹی اطلاعات سے بڑھ کر ایک خطرناک شکل اختیار کر لی ہے۔ امریکہ اب ان "دہشت گردوں" سے خوف زدہ ہے، جنھیں اس نے خود افغانستان میں روسی کیمونسٹس اور ان کے حواریوں کے خلاف 1980 کی جنگ لڑنے کے لیے تربیت اور مالی امداد فراہم کی تھی، لیکن مجاہدین میں سے بچ جانے والے تربیت یافتہ، موت کے پیغام، اسلام کے نام پر لڑنے والے اب امریکہ کے اندر گھس چکے ہیں۔ وہ جنگ ابھی تک افغانستان کے اندر فرقہ واریت اور طبقاتی تقسیم کے نام پر مختلف گروہوں میں لڑی جا رہی ہے اور اس کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے پاکستانی اور عرب نوجوانوں کو مذہبی بنیادوں پر تیار کیا جاتا ہے۔

ہو سکتا ہے امریکہ نے روس کو ٹکڑے ہونے سے بچانے اور سرد جنگ کے خاتمے کے لیے جلدی کی ہو، لیکن اسے اور اس کا ساتھ دینے والے ممالک مثلاً پاکستان کو اس کی بھاری قیمت چکانا پڑی۔ یا تو امریکہ اس خطرے کا اندازہ نہیں کر سکا یا پھر "کل کو کل دیکھیں گے" کی پالیسی اپناتے ہوئے اسے نظرانداز کر دیا۔ لیکن یہ کل آیا تو اپنے ساتھ دہشت گردی، بمباری اور قتل وغارت گری لایا۔ ہزاروں عرب اور پاکستانی جوان جو کیمونزم کے خلاف مقدس جنگ لڑنے گئے تھے، جب واپس ہوئے تو انھوں نے اپنے اپنے خود ساختہ اسلام کے دشمنوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس سے بھی بڑی جنگ کی شروعات کر دیں۔

یہ غلطی C.I.A کی تھی کہ اس نے "Blowback" یا اس سے نکلنے والے منفی اثرات کو نظرانداز کیا، حتی کہ اس نے مشرق وسطی اور جنوبی افریقہ کے حالیہ شکست وریخت سے پیدا ہونے والے منفی اثرات سے بھی سبق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

ایجنسی اپنی چالوں میں خود پھنس کر رہ گئی۔ "Hoag-land" کے بقول مقدس "دہشت گرد" کو اسامہ بن لادن کے نام سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ جس کے پیروکار اپنے حملوں میں بم بنانے کی اس تکنیک کو استعمال کرتے ہیں جس کی تربیت انہیں خود C.I.A نے افغان جہاد کے دوران دی تھی۔ جیسا کہ حال ہی میں "Canada" سے امریکہ دھماکہ خیز مواد سمگل کرنے کی کوشش ناکام بنا دی گئی۔ اور سمگلروں کا تعلق اسامہ بن لادن اور افغان جنگی لڑاکوں کے ساتھ ثابت ہوا۔

C.I.A کی چالوں سے صرف امریکہ ہی متاثر نہیں ہوا، بلکہ 1991 میں 100 سے زائد "الجیرین" جنہیں افغان جنگ کے لیے تربیت دی گئی تھی، نے "اسلامک فرنٹ فار سالویشن" میں شمولیت اختیار کر لی، جو سینکڑوں معصوم "الجیرین" کے قتل اور وسیع پیمانے پر پھیلائی جانے والی قتل و غارت کے ذمہ دار ہیں۔ C.I.A کے ان تربیت یافتہ افغانوں نے چیچنیا، بوسنیا اور کشمیر وغیرہ میں بھی کفار کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا۔ C.I.A کی اس افغان جہاد مہم نے نہ صرف امریکہ بلکہ دوسری طاقتوں پر بھی منفی اثرات مرتب کیے، جن میں سب سے زیادہ زیر عتاب پاکستان آیا، یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس ملک نے کتنا نقصان اٹھایا۔ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کے منفی اثرات نے ہماری زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کیا ہے۔ امن و امان کی صورت حال سب سے زیادہ متاثر ہوئی۔ اس کے علاوہ معیشت کا انحطاط، کلاشنکوف کلچر اور ڈرگ سمگلنگ وغیرہ بھی اس "Blowback" کے مرہون منت ہیں۔

پاکستان میں مدرسوں کے تعلیمی نظام کو بھی معاشرہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ لیکن مذہب کی آڑ میں قائم بعض مدارس سے نکلنے والے ہزاروں نوجوان صرف تنگ ذہن اور متعصب انسان بنتے ہیں، جو جاہل اور اسلام سے لاعلم ملاؤں کی تعلیمات پر اندھا دھند عمل کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں، ایسے مدرسوں کی تعداد بھی کافی ہے جہاں سے لڑنے اور "خاص مقصد" کے حصول کے لیے مر مٹنے والوں کو تربیت دی جاتی ہے، یہاں پر ایسے دہشت گرد گروہ بھی ہیں جنہیں سیاسی طور پر مستحکم کیا گیا ہے اور انہیں C.I.A فنڈ (مالی امداد) مہیا کرتی ہے، مثلاً لشکر طیبہ اور حرکت الانصار۔

"حرکت الانصار" جسے پچھلے سال "U.S" ڈپارٹمنٹ کی طرف سے دہشت گرد تنظیم کا نام دیا گیا تھا، نے اپنا نام فوری طور پر "حرکت المجاہدین" کر دیا ہے، یہ گروہ اپنے خود ساختہ جہاد کی پیروی کرتے ہیں۔ ہماری سرحدوں پر بیٹھے ہوئے طالبان وہی ہیں جنہیں C.I.A نے مسلمہ طور پر پاکستان میں تیار کیا تھا، اور اب اس پاکستان کو نہ صرف دہشت گرد ریاست قرار دیا جاتا ہے، بلکہ دنیا میں دہشت گردی کی مدد اور حوصلہ افزائی کا الزام بھی لگایا جاتا ہے اور یہ اعزاز بھی C.I.A کو جاتا ہے۔

آگے چل کر "کاؤس جی" مزید لکھتے ہیں :

سوویت یونین کے خاتمے کے ساتھ ہی سرد جنگ تو ختم ہو گئی، لیکن براعظم میں کچلی ہوئی ریاستیں باقی رہ گئیں۔ پاکستان میں اس کے اثرات زیادہ تباہ کن ثابت ہوئے۔ وہ بنیاد پرست گروہ جنہیں امریکہ نے اپنے مفاد کی خاطر تربیت دی اور ان سے افغان جنگ میں مدد لی انہیں مزید اسلحہ اور فنڈ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا اور راتوں رات وہی مجاہدین دہشت گرد اور امریکہ مخالف بن گئے۔ اس طرح پاکستان کے فوجی اور سیاسی رہنماؤں نے 1951 سے لے کر آج تک امریکن آرمی کے ساتھ مسلسل وفاداری کا مظاہرہ کیا، لیکن اسے آج بھی واشنگٹن کے سرد مہر رویے کا سامنا ہے۔

آخر میں "کاؤس جی" لکھتے ہیں : کیا ملک کا دیوالیہ نکلنے اور جڑیں کمزور ہونے کے بعد بھی پیدا کیے گئے تناؤ کو ختم کرنے کے لیے اہم اقدامات کی ضرورت نہیں ہے؟ ایک بلند و بانگ اور موثر آواز ہی اب ہمارے ملک اور اس کے لوگوں کا وقار بلند رکھ سکتی ہے۔

اصلاح و تربیت اور اس کا طریقہ کار

ترجمہ: شمس بریلوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والوں کا ذکر کیا ہے۔ اور انکی تعریف اس طرح فرمائی ہے:

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ."

"تم لوگوں کی ہدایت کے لیے بہترین گروہ بنا کر بھیجے گئے ہو۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ایک اور آیت میں اس طرح فرمایا گیا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ.

"مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔"

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم قطعاً بھلائی کا حکم دو اور بری باتوں کی ممانعت کرو! ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نیکوں پر تمہارے بروں کو ضرور مسلط کر دے گا۔ پھر نیک لوگ دعا کریں گے، مگر ان کی دعا قبول نہ ہو گی۔"

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو! قبل ازیں کہ تمہارے نیک لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں اور تم استغفار کرو مگر تمہیں معاف نہ کیا جائے۔ خوب سمجھ لو! کہ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ رزق کو دور کرتا ہے، نہ عمر کی مدت کو کم کرتا ہے۔ خوب سن لو! کہ یہودی علماء اور عیسائی عابدوں نے نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا جب ترک کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبروں کی زبان سے ان پر لعنت بھیجی اور سب کو مصیبت میں ڈال دیا۔"

ہر مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ پر جو معروف اور منکر سے واقف ہو (یعنی عالم ہو)، لازم ہے کہ لوگوں کو اچھی اور نیک باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے اگر منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور ایسا کرنے سے کوئی ایسا بگاڑ اور فساد پیدا نہ ہو، جس سے اسے اس کے مال یا اس کے اہل و عیال کو کوئی نقصان پہنچے۔ ان احکام کے پہنچانے کے لیے کوئی تخصیص نہیں، حاکم ہو یا عالم، خلیفہ (حاکم

وقت) ہو یا عام رعیت کا کوئی فرد ہو۔ ہم نے بدی کے ساتھ علم اور اس سے قطعی طور پر آگاہی کی جو شرط لگائی ہے، اس کی بنیاد یہ ہے کہ بغیر علم گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کہ بدی سے منع کرنے والا محفوظ نہیں کہ اس نے جو گمان کیا ہے، ممکن ہے کہ حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مسلمانو! بہت بدگمانی کرنے سے بچو! بے شک بعض بدگمانی گناہ ہے۔"

پردہ دری

کسی پر جو بات پوشیدہ ہے اس کا اظہار اس پر واجب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَاتَجَسَّسُوا" ٹوہ میں مت رہا کرو! بدی سے روکنے والے کا فرض ہے کہ جو بدی ظاہر میں ہو صرف اسی کو دور کرے اور اسے ترک کرنے کی تلقین کرے۔ جو بدی پوشیدہ ہے اسے پردے ہی میں رہنے دے۔

منع کرنے پر قدرت

نیکی کا حکم کرنے کیلئے طاقت کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اگر کسی قوم میں کوئی شخص گناہ کر رہا ہے اور لوگ اس کو بدلنے کی قدرت رکھتے ہوں اور اس کو نہ بدلیں (نہ روکیں) تو اللہ کی طرف سے توبہ کرنے سے پہلے ہی عذاب نازل ہو جاتا ہے۔" اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قدرت و طاقت کی قید (شرط) لگائی ہے اور قدرت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب نیک لوگوں (اہل اصلاح) کا غلبہ ہو، حاکم عادل ہو اور اہل خیر کی مدد بھی حاصل ہو۔ لیکن ایسی حالت میں جب کہ جان کا خطرہ ہو یا مال کا ضرر ہو تو بازداشت واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ."

"اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔"

دوسری آیت میں ہے:

"وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ."

"خودکشی نہ کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے آپ کو بے عزت کرنا مومن کے لیے زیبا نہیں۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کوئی خود اپنے آپ کو کیسے بے عزت کرتا ہے؟ فرمایا: "ایسی بات کے درپے نہ ہو جس کی اس کو طاقت نہ ہو۔" حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: "جب تم ایسی بات دیکھو جس کے بدلنے پر تم قادر نہ ہو تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے بدل دے، کیونکہ وہی اسے بدل سکتا ہے۔"

پس جب کسی پر یہ ثابت ہو جائے کہ منع کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس پر منع کرنا واجب نہیں۔ خوف کے غالب ہونے پر یہ سوچنا کہ منع کرنا جائز ہے یا نہیں تو ہمارے نزدیک صاحب غنیۃ الطالبین اپنی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ منع کرنا جائز ہے، بلکہ اگر مانع اولو العزم اور صابر ہے تو اور اچھا ہے کہ اس صورت میں منع کرنا جہاد کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کے قصے میں فرمایا ہے:

"وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ."

"اچھائی کا حکم دو، بری بات سے روکو، اور جو کچھ تم کو دکھ پہنچے اس پر صبر کرو۔"

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: "اے ابوہریرہ! نیکی کا حکم کرو! اور بدی سے باز رکھو! اور

جو مصیبت آئے اس پر صبر کرو! جابر حاکم کے سامنے یا کلمہ کفر کے غلبہ کے وقت ایمان کا کلمہ زبان پر لانا، رواہے۔ ان دونوں مقامات پر اظہار حق کرنے پر فقہا کا اتفاق ہے۔ اختلاف کے مواقع اس سے الگ ہیں۔

منع کرنے والوں کے گروہ

امر منکر سے روکنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں: (یہ تین گروہ ہیں۔) (۱) بادشاہ اور حاکم جو منع کرنے کی طاقت اور قدرت رکھتے ہیں۔ (۲) زبان سے منع کرنے والے، یہ علماء ہوتے ہیں۔ (۳) دل سے برا جاننے والے، یہ عام لوگ ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کوئی شخص خلاف شرع بات دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، ایسا نہ کر سکے تو زبان سے اس کو روکے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل سے اسے برا جانے، یہ ضعیف ترین ایمان (ایمان کا کمزور ترین پہلو) ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ "اگر کوئی شخص کوئی امر ممنوع دیکھے اور اس کو روکنے (منع) کی طاقت نہ رکھتا ہو تو تین مرتبہ کہے: الٰہی! بلاشبہ یہ برا کام ہے۔ اگر ایسا کہہ دے گا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ثواب اس کو ملے گا۔

اگر اس بات کا گمان غالب ہے کہ منع کرنے سے بھی برائی دور نہ ہو گی اور برائی کرنے والا اس پر جما رہے گا، تو ایسی صورت میں اسے منع کرنا چاہئے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو قول مروی ہیں: ایک سے وجوب ثابت ہے۔ کیوں کہ ممکن ہے منع کرنے سے وہ باز آجائے، اس کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے، اس کو اللہ کی طرف سے توفیق مل جائے، منع کرنے والے کی سچائی کی برکت سے اس کو ہدایت مل جائے اور وہ اپنے برے عمل سے باز آئے۔ پس گمان منع کرنے کی راہ میں حائل نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب تک اس بات کا یقین کامل نہ ہو کہ منع کرنے سے برائی دور ہو جائے گی اس وقت تک منع کرنا، واجب نہیں۔ کیونکہ روکنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ برائی دور ہو جائے، پس اگر قوی گمان ہے کہ برائی دور نہ ہو گی، تو ترک نصیحت اولیٰ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرائط

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پانچ شرائط ہیں:

(۱) جس نیکی کا حکم کرتا ہے اور جس بدی سے روکتا ہے، اس کا خود عالم ہو۔

(۲) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے، دین کو قوی کرنے اور اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے ہو، دکھاوے، شہرت اور اپنے نفس کی بے جا تعریف مقصود نہ ہو۔ اگر منع کرنیوالا سچا اور مخلص ہو گا تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد ہو گی، توفیق خداوندی شامل حال ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اگر تم اللہ کے دین کی حمایت کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا۔" پھر ارشاد فرمایا: "اللہ پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔" لہٰذا جب تم شرک سے بچو گے اور اس سے باز رکھنے میں لوگوں کا دکھاوا چھوڑ دو گے اور اخلاص کے ساتھ عمل کرو گے تو تم کو کامیابی حاصل ہو گی۔ اس کے برعکس کیا تو بے عزتی، رسوائی، جگ ہنسائی اور برائی تو اپنے حال پر باقی رہے گی، بلکہ اس میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا، اس کا غلبہ ہو گا اور اہل معاصی اس کی طرف دوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مخالفت، نافرمانی، ممنوعات کے

ارتکاب پر جن وانس کے شیاطین اتفاق کریں گے۔

(۳) امر و نہی نرمی اور محبت کے ساتھ ہو، بد خلقی اور سختی کے ساتھ نہ ہو۔ تاکہ نیک مقصد حاصل ہو اور برائی کرنے والے کو شیطان کے چنگل سے آزادی حاصل ہو، جو رب کی نافرمانی کو اس کی نظر میں آراستہ کر کے لایا اور برائی کرنے والے کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس سے شیطان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس گناہگار کو تباہ کر دے اور دوزخ میں پہنچادے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا یَدْعُوا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ.

"شیطان اپنے گروہ والوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ دوزخی ہو جائیں۔"

اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرماتا ہے:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ."

"اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ہیں اور اگر آپ بد خلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً یہ لوگ آپ کے گرد و پیش سے پراگندہ ہو جاتے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو پیغمبر بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا:

"فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی."

"اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا (اللہ کی نافرمانی سے) ڈر جائے۔"

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: "جب تک کسی میں یہ تین باتیں نہ ہوں، اچھائی کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا، اس کے لیے زیبا نہیں۔ وہ تین خصلتیں یہ ہیں کہ جس بات کا حکم کرے خود اس کا عامل ہو، جس بری بات سے منع کرے اس سے اچھی طرح واقف ہو اور جو کچھ کہے نرمی اور شفقت کے ساتھ کہے۔

(۴) وہ صابر ہو، بردبار ہو، قوت برداشت کا مالک ہو، متواضع، خوش خلق اور نرم مزاج ہو، اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہو، طبیب ہو تاکہ بیمار کا علاج کر سکے، دانشمند ہو تاکہ اس کی دیوانگی دور کر سکے، پیشوا اور رہنما ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا." "ہم نے ایک جماعت بنائی جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتی ہے۔" جب انہوں نے اپنی قوم کو اذیتوں کے برداشت کرنے پر اللہ کے دین کی نصرت اور اس کے غلبہ اور اس پر قائم رہنے کی خاطر صبر کیا تو اللہ نے انکو رہنما، ہدایت کرنے والے، دین کے حکیم اور مومنوں کا سردار بنایا۔

حضرت لقمان کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"اچھے کام کا حکم دے، بری بات سے روک، جو کچھ تجھے (اس کے بدلہ میں) دکھ پہنچے اس پر صبر کر! یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔

(۵) جس نیک کام کی تلقین کرے، خود بھی اس پر کاربند ہو اور جن منہیات (ممنوعات) سے دوسروں کو روکے، خود بھی ان سے بچے تاکہ دوسرے لوگ اپنے فعل کے لیے اسے دلیل نہ بنائیں اور وہ اللہ کے نزدیک ذلیل اور قابل ملامت نہ ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ

تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ."

"تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (الٰہی) پڑھتے ہو کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے ؟"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا : "میں نے شب معراج میں کچھ لوگ دیکھے، جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے جبریل سے کہا : یہ کون لوگ ہیں ؟ جبریل نے کہا : یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں، جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے مگر اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ حالانکہ وہ کتاب (الٰہی) پڑھتے تھے۔" ایک شاعر کا قول ہے :

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهٗ

عَارٌ عَلَيْكَ اِذَا اَتَيْتَ عَظِيْمٌ

جس بات کو تو خود کرتا ہے اس سے دوسروں کو نہ روک! اگر ایسا کرے گا، تو تیرے لیے بڑی شرم کی بات ہوگی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ توریت میں آیا ہے کہ : اے آدم کے بیٹے! تو مجھے یاد دلاتا ہے اور خود کو بھول جاتا ہے، دوسروں کو میری طرف بلاتا ہے اور خود مجھ سے بھاگتا ہے۔ تیرا یہ ڈرانا بے کار ہے۔ اس آخری فقرے سے مراد یہ ہے کہ جو دوسروں کو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے مگر اپنی ذات کو چھوڑ دیتا ہے، اس کا یہ نصیحت کرنا بیکار ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے، اسے خوب جانتا ہے۔

امر و نہی تنہائی میں کرنا بہتر ہے

اگر ممکن ہو تو امر و نہی تنہائی میں کرے کیوں کہ تنہائی میں نصیحت کا دل پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور آدمی بری باتوں سے بچ جاتا ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو علیحدگی میں نصیحت کرتا ہے وہ اسے سنوارتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے نصیحت کرتا ہے وہ گویا اس کا عیب بیان کرتا ہے۔

اگر علیحدگی میں نصیحت کرنے کا اثر نہ ہو تو ایسے شخص کو کھلم کھلا نصیحت کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں دوسرے لوگوں سے بھی مدد لے۔ اگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہو تو پھر حکومت کے آدمیوں سے مدد لے۔ بہر حال غیر مشروع کاموں سے منع کرنے کا کام کسی طرح نہ چھوڑے۔ جس قوم نے یہ روک ٹوک ختم کردی اور اس کی طرف سے غافل ہوگئی، اللہ نے اس کی مذمت کی ہے۔ فرمایا ہے :

"لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ."

"جو لوگ برے کام کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے، وہ بہت ہی برا کام کرتے تھے۔"

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے :

"لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ."

"درویشوں اور عالموں نے لوگوں کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کیا؟ ان کا ایسا کرنا بہت ہی برا، اور قبیح تھا۔"

یعنی علماء، مشائخ اور واعظوں نے ان کو بے حیائی کی باتیں کہنے حرام کھانے اور گناہ کے کام کرنے سے کیوں نہیں روکا؟

روایت ہے کہ : "اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں تمہاری قوم میں سے چالیس ہزار نیکوں اور ساٹھ ہزار بدی کرنے والوں کو ہلاک کروں گا۔ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے عرض کیا: برے تو خیر اپنے کیے کی سزا پاتے ہیں، لیکن نیکوں کو ہلاک کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لیے کہ وہ میری ناراضگی پر ناراض نہیں ہوئے اور بدوں کے ساتھ کھانے پینے میں برابر کے شریک رہے۔"

آداب پر عمل کا فائدہ

ہر مومن پر واجب ہے کہ بہر حال آداب مذکورہ پر عمل کرے اور ترک نہ کرے۔ مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پہلے باادب ہو جاؤ! پھر علم حاصل کرو! ابو عبد اللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ادب پہلے..... علم بعد میں۔" عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جب مجھ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں عالم کو تمام اگلوں اور پچھلوں کے بارے میں علم ہے تو مجھے اس سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس نہیں ہوتا، لیکن اگر مجھے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو ادب نفس حاصل ہے تو مجھے اس سے ملنے کی آرزو ہوتی ہے اور ملاقات نہ ہونے کا افسوس۔"

اس موقع پر ایک مثال پیش کی جاتی ہے: ایک شہر ہے جسکے پانچ قلعے ہیں۔ ایک سونے کا، دوسرا چاندی کا، تیسرا لوہے کا، چوتھا پختہ اینٹوں کا، اور پانچواں کچی اینٹوں کا۔ جب تک حصار والے کچی اینٹوں کے قلعہ کی حفاظت کریں گے تب تک دشمن دوسرے قلعوں کی طرف راغب نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اہل قلعہ اس کی حفاظت چھوڑ دیں گے، تب دشمن دوسرے قلعوں کی طمع کرنے لگے گا۔ یہاں تک کہ سارے قلعوں کو ویران کر دے گا۔ یہی مثال ایمان کی ہے اس کے پانچ قلعے ہیں۔ پہلا قلعہ یقین کا ہے، دوسرا اخلاص کا، تیسرا فرائض کا، چوتھا سنن وایمان کا، اور آخری قلعہ حفظ آداب (مستحبات کی پابندی) کا۔ جب بندہ مستحبات (آداب) کی پابندی ترک کر دے گا، تب شیطان سنن وایمان پھر فرائض پھر اخلاص اور پھر یقین پر حملہ کر دے گا۔ لہذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ وضو، نماز، خرید و فروخت غرض ہر بات میں مستحب (آداب) کا پابند رہے۔

بقیہ: دارالحدیث

ہوا..... آخر حدیث تک۔"

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے "نعم العدلان انتما" تک پوری حدیث زیر بحث کو نقل کیا۔

حافظ ابن القیسرانی، ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی الشیبانی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"فِيهِ مَسْرُوْحٌ اَبُوْشَهَابٍ، لَايُحْتَجُّ بِخَبَرِهٖ."

("تذكرة الموضوعات": لابن القيسراني "بذيل الموضوعات الكبير للقارى، باب الدال" (ص: ٢٦)، طبع نور محمد اصح المطابع، كراچی)

"اسکی سند میں مسروح ابو شہاب راوی ہے، جس کی روایت نا قابل احتجاج ہے۔"

نوٹ: دوش مصطفیٰ ﷺ پر حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوار ہونے کی صحیح وحسن الاسناد احادیث اگلی قسط میں ملاحظہ ہوں۔

فلمیں، ڈرامے، وثیقہ نویس اور طلاقیں

اہم معاشرتی مسائل کی عکاسی ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے قلم سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرے کو صلح و آشتی کا گہوارہ بنانے والے.... اسے امن وسلامتی کا مرکز خیال کرنے والے.... اسے درست اقدار کی جانب گامزن ہونے کی خواہش رکھنے والے اکثر اس فکر میں ڈوبے رہتے ہیں کہ معاشرے کی نورانی اقدار کو گہن کیوں لگ گیا ہے.... اس کی روایات کیوں بدلتی جارہی ہیں؟

اگرچہ بہت سے عوامل اپنے اپنے مقام پر اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور ان ہی میں سے ایک کردار فلموں اور ڈراموں کا بھی ہے اور فی زمانہ اس سے انکار ممکن بھی نہیں ہے کہ یہ دونوں ادارے معاشرے کی تشکیل میں اپنا مثبت اور منفی کردار ادا کر کے معاشرے کو بگاڑتے بھی ہیں اور سنوارتے بھی ہیں۔

فلموں اور ڈراموں کی کہانیاں لکھنے والے بھی اسی معاشرے میں رہتے ہیں۔ اس لیے وہ جس طرح کی تحریریں پڑھتے ہیں، اسے شعوری یا غیر شعوری طور پر اسی طرح نقل کر جاتے ہیں جس کے نتائج بالآخر معاشرے کی تشکیل جدید کی شکل میں رونما ہوتے ہیں۔

معاشرے میں "طلاق" دینے کی شرح جس خوفناک انداز سے دن بدن بڑھ رہی ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص کسی وثیقہ نویس کے پاس طلاق لکھوانے کے لیے یا کسی وکیل صاحب کے پاس طلاق دینے کے بارے میں مشورہ لینے کے لیے جاتا ہے تو وہ خود بھی اور یہ حضرات بھی اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ اس قدر مضبوط تحریر لکھی جائے، جس میں کسی قسم کی صلح اور تصفیہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ وثیقہ نویسی اور دستاویزات میں بہترین تحریر وہی قرار پاتی ہے کہ جس میں کسی قسم کا جھول، لچک، کمزوری اور نقص نہ ہو۔ دستاویز کے کلمات، جملے اور الفاظ اس قدر جامع اور مانع ہوں کہ اس میں کسی قسم کا ابہام پیدا نہ ہو سکے اور فریق مخالف اس دستاویز کی کمزوری سے کسی قسم کا فائدہ نہ اٹھا سکے۔

یقیناً یہ خصوصیات، معاہداتِ بیع وشہری، اعتراف، اقرار، تقسیم، حلف، رہن، ضمانت، گروی، مختار عام وخاص، وصیت، وقف ناموں، کرایہ جات، پٹہ داری، تصفیہ جات، تمسکات، معاہدات ثالثی، شراکت، قرضہ جات اور پرونوٹ وغیرہ میں عمدہ خیال کی جاتی ہیں اور اس قسم کی تحریروں میں کوشش کی جاتی ہے کہ تنازعہ پیدا ہونے کی شکل میں باہمی فریقین کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔

لیکن "طلاق نامے" کی تحریر کے اندر کوشش کی جانی چاہیے کہ بعد میں جب فریقین کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے، انہیں اپنے معصوم بچوں کا مستقبل تاریک نظر آنے لگے، ماضی میں گزرے

ہوئے خوش کن لمحات کی یاد ستانے لگے، تنہائی کے لمحات کاٹنے کو دوڑنے لگیں اور دونوں خاندانوں کے بزرگ صلح وصفائی کی کوشش کرنے لگیں تو "طلاق نامے" میں لکھی ہوئی عبارت اور تحریر شدہ کلمات "سد سکندری" بن کر رکاوٹ پیدا نہ کردیں، بلکہ صلح اور تصفیہ کے امکانات موجود رہیں۔

"وثیقہ نویس" "طلاق نامے" لکھنے میں کس قدر "ظلم" کرتے ہیں، چند ایک تحریر شدہ عبارات سے آپ بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں اور تمام "طلاق ناموں" میں کم وبیش یہی اسلوب اختیار کیا جاتا ہے:

"شادی کے کچھ ہی عرصہ کے بعد فریقین میں بدگمانیاں پیدا ہوگئیں، جس کی وجہ سے دونوں میاں بیوی میں اختلافات بڑھتے گئے اور کوشش کے باوجود میری بیوی مسمات.... نے اپنا رویہ نہ بدلا اور کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی کہ اندر حدود اللہ بطور میاں بیوی رہ سکیں۔ اس لیے میں بقائمی ہوش وحواس خمسہ بلاجبر واکراہ بارضامندی خود اپنی بیوی.... کو بوجہ بدکلامی، بداخلاقی ونافرمانی کی بناء پر روبرو گواہان حاشیہ طلاق ثلاثہ یعنی طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں اور اپنی زوجیت سے الگ کرتا ہوں۔ آج کے بعد میرا اس سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہے اور میرے نطفہ پر حرام ہے۔ عدت پوری کرنے کے بعد اس کو اختیار ہے وہ جہاں چاہے شادی کرے مجھے اس سلسلے میں کوئی عذر واعتراض نہ ہوگا، لہٰذا یہ تحریر آج مورخہ.... کو لکھ دی تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آسکے۔"

ایک اور وثیقہ نویس لکھتے ہیں:

"مسمات مذکورہ اکثر میرے گھر کو چھوڑ کر اپنے والدین کے ہاں چلی جاتی ہے اور من مقر (مجھ اقرار کرنے والے) کو ذہنی طور پر اکثر پریشان کرتی ہے۔ من مقر نے بہت سمجھایا مگر اس نے کوئی اہمیت نہ دی اور اکثر اس کا انداز گفتگو بھی ناگفتہ ہے۔ من مقر نے مسمات مذکورہ کو طلاق، طلاق، طلاق، (طلاق ثلاثہ) دے کر ہمیشہ کے لیے اپنی زوجیت سے آزاد کردیا ہے آج کے بعد وہ آزاد ہے جہاں چاہے جب چاہے عقد ثانی کرسکتی ہے، من مقر کو کوئی عذر یا اعتراض نہ ہوگا۔

ایک اور وثیقہ نویس طلاق نامے کو یوں تحریر کرتے ہیں:

"چنانچہ من مظہر اپنے نفس پر سہ بار حرام کرکے منکوحہ خود کو طلاق دیتا ہوں اب من مظہر یا وارثان لواحقین کو نسبت مطلقہ کچھ حق واسطہ یا تعلق نہ رہا نہ ہی آئندہ کبھی ہوگا۔"

ایک اور وثیقہ نویس لکھتے ہیں:

"بقائمی ہوش وحواس خمسہ وثبات عقل خود بلا اکراہ واجبار غیرے بمطابلہ زوجہ ام میں نے اپنی زوجہ کو سہ بار لفظ طلاق، طلاق، طلاق، کہہ کر اور لکھ کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرکے اس کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ آزاد ہے اپنی مرضی سے جہاں چاہے آباد ہوسکتی ہے۔"

ایک صاحب یوں تحریر کرتے ہیں:

"خدا کو حاضر وناظر جان کر اپنی زوجہ مسمات.... کو سہ بار طلاق، طلاق، طلاق، (طلاق بائن) دے کر اپنی زوجیت سے الگ کرتا ہوں فریقین کا آج سے بطور میاں بیوی کوئی تعلق واسطہ نہ رہا ہے۔"

مندرجہ بالا "طلاق ناموں" کی عبارات سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ اس کے بعد تصفیہ اور صلح کی گنجائش کس طرح باقی رہ سکتی ہے، بے شک تین کو انگریزی قانون کے حوالے سے ایک قرار بھی دے دیں، لیکن دیگر الفاظ، کلمات اور عبارت کا سیاق وسباق کس امر کی نشاندہی کررہے ہوتے ہیں؟

ایک اور افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جب طلاق دینے کا وقت آتا ہے تو طلاق دینے کے لیے کسی جید عالم دین کے پاس

جانے کی بجائے، جب وہ وثیقہ نویس کے پاس جاتے ہیں تو وہ جو سلوک "طلاق نامہ" کے اندر فریقین کی جدائی کے بارے میں کرتا ہے، کوئی عالم دین نہ ایسی تحریر لکھے گا اور نہ لکھنے کے بارے میں کہے گا اور نہ مشورہ دے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر طلاق سے بڑھ کر کوئی چیز مبغوض پیدا نہیں کی۔"

شریعت مطہرہ نے طلاق کا جو مسنون طریقہ مقرر کیا ہے اس میں رجعت کی گنجائش رکھی ہے۔ یہ بھی طلاق کے عدم وقوع کے لیے معاون کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ گو طلاق تین تک ہے مگر ان کا یک بارگی استعمال سخت ناپسندیدہ ہے اور سنت طریقہ یہی ذکر کیا گیا کہ یک بارگی کی بجائے ہر مہینہ میں صرف ایک طلاق دے یا ایسے طہر میں دے جس میں وطی نہ کی ہو اور پھر جب حیض کے بعد پاک ہو تو دوسری طلاق دے اور اگر اس سنت طریقے کو اختیار کر لیا جائے تو عدالتوں میں اسی فیصد طلاق کے بارے میں مقدمات لے جانے ہی نہ پڑیں گے۔ اور بہتر ہے کہ حکومت قانون بنادے کہ کوئی وثیقہ نویس تین طلاقیں بیک وقت نہ لکھے، بلکہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق طلاق نامے لکھے تو لاکھوں خاندانوں کو فائدہ پہنچے گا۔

روشنی

ایک عورت کا علمی ذوق

ترتیب: محمد جمیل اعظمی

امام مالک اور خواجہ حسن بصری کے استاذ ''ربیعہ الرائے'' ابھی اپنی والدہ کے شکم میں ہی تھے کہ انکے والد ''عبدالرحمٰن فروخ'' جہاد کیلئے خراساں چلے گئے اور مسلسل 27 برس تک جہاد ہی میں رہے۔ جب وہ لوٹے تو جس بچے کو شکم مادر میں چھوڑ کر گئے تھے، وہ بڑا ہو کر اپنے دور کا ''امام الحدیث'' بن چکا تھا۔

عبدالرحمٰن فروخ ستائیس برس کے بعد جہاد سے لوٹ کر ''مدینہ منورہ'' اپنے مکان پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب ''ربیعہ الرائے'' نے دروازہ کھولا تو یہ دیکھا کہ ایک ''فوجی'' گھوڑے پر سوار نیزا ہاتھ میں لیے کھڑا ہے، جو دروازہ کھلتے ہی ان کے مکان میں بے تکلف داخل ہونے لگا۔ ربیعہ نے ڈانٹا کہ تو کون ہے؟ اور کس طرح مکان میں گھسا پڑتا ہے؟ عبدالرحمٰن فروخ نے نیزہ تان کر کہا کہ یہ میرا مکان ہے، یہاں تیرا کیا کام؟ غرض بات بڑھ گئی تو پڑوسی جمع ہو گئے۔ امام مالک بھی استاد کا معاملہ سمجھ کر دوڑے اور نہایت نرمی سے سمجھانے لگے کہ بڑے میاں! اگر آپ کو ٹھہرنا ہی مقصود ہے تو کسی اور مکان میں ٹھہر جائیے۔ عبدالرحمٰن فروخ نے جواب دیا کہ جناب! یہ میرا ہی مکان ہے اور میرا نام عبدالرحمٰن فروخ ہے۔ ''ربیعہ'' کی والدہ نے نام سن کر جو اندر سے دیکھا تو پہچان کر بولیں کہ ارے یہ تو ربیعہ کے باپ ہیں۔ پھر تو کیا تھا؟ باپ بیٹے دونوں گل مل کر خوب روئے اور دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ عبدالرحمٰن فروخ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو ان کو وہ تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں، جو جہاد کیلئے روانگی کے وقت بیوی کو سونپ گئے تھے۔ چنانچہ بیوی سے پوچھا کہ میری امانت کہاں ہے؟ عقلمند بیوی نے کہا: گھبرائیے مت! میں نے اسکو ضائع نہیں کیا ہے۔ ''ربیعہ'' اس عرصے میں مسجد نبوی پہنچ کر اپنے حلقہ درس میں بیٹھ چکے تھے اور تلامذہ کا ایک ہجوم، جس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ شامل تھے، شیخ کو گھیرے ہوئے تھا۔ عبدالرحمٰن فروخ جو نماز پڑھنے کے لیے مسجد نبوی میں گئے تو یہ منظر دیکھا اور بڑی دیر تک شوق کی نگاہوں سے اس نورانی مجمع کو دیکھتے رہے۔ ''ربیعہ'' کے سر پر ایک اونچی ٹوپی تھی اور وہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے، اس لیے عبدالرحمٰن فروخ انہیں پہچان نہیں سکے اور حاضرین سے پوچھا: یہ ''شیخ الحدیث'' کون ہیں؟ سامعین نے جواب دیا کہ: ''ربیعہ بن عبدالرحمٰن فروخ''۔ یہ سن

کر عبدالرحمٰن فروخ کو جو خوشی حاصل ہوئی ہوگی، اس کو عالم الغیب کے سوا بھلا کون جان سکتا ہے؟ فرط مسرت میں ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ ''لقد رفع اللہ ابنی یقینا'' کہ خدا نے میرے بیٹے کو بہت بلند مرتبہ بنا دیا۔ خوشی خوشی بیوی کے پاس آئے اور جو کچھ مسجد نبوی میں دیکھا تھا، سارا ماجرا بیان کیا۔ اس وقت بیوی نے کہا کہ سچ سچ بتائیے! آپ کو کیا پسند ہے؟ بیٹے کی یہ شان یا تیس ہزار اشرفیاں؟ عبدالرحمٰن فروخ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! میں اپنے نور نظر کی شان کو لاکھ اشرفیوں سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ میں نے تمہاری وہ تیس ہزار اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دی ہیں۔ زندہ دل شوہر نے خوشی سے اچھل کر کہا: ''واللہ ماضیعہ'' قسم خدا کی! تم نے ان اشرفیوں کو ضائع نہیں کیا۔

(''ابن خلکان'' ج:۱، ص:۱۸۳)

سبحان اللہ! ایک مسلمان خاتون کا یہ علمی ذوق دور حاضر کی خواتین اسلام کیلئے رشد وہدایت کا دفتر ہے۔ افسوس! امت مسلمہ اس دور میں کتنے خوفناک حالات کا شکار ہو گئی؟ آج کی مائیں اپنے بچوں کے نفیس لباس اور ان کی شادیوں کی دھوم دھام پر دولت لٹا کر خوش ہوتی ہیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت کی انہیں کچھ فکر ہی نہیں رہتی۔ سلف صالحین کا وہ زمانہ کتنا بابرکت دور تھا؟ جب ربیعہ کی والدہ جیسی مائیں ہوا کرتی تھیں۔ اللہ اکبر! سچ ہے ۔

یہ وہ مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
اسی غیرت سے انساں نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

عزت کا معیار

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بیت المقدس فتح ہوا تو آپ بیت المقدس جانے لگے، اس وقت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے جسم پر جو لباس تھا، اس پر تقریباً سترہ (17) پیوند لگے ہوئے تھے۔ بعض صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ بیت المقدس جا رہے ہیں، وہاں پر یہود ونصاریٰ بھی آپ کو دیکھنے کے لیے موجود ہوں گے، جو آپ کے اس لباس کو دیکھ کر اچھا تاثر نہیں لیں گے، اس لیے آپ عمدہ سا لباس پہن کر وہاں پر جائیں! تاکہ مسلمانوں کی عزت میں کوئی کمی نہ آئے۔ اس موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جواب آج بھی تاریخ اسلام میں سنہرے الفاظ سے رقم ہے، آپ نے فرمایا تھا:

''مسلمان کی عزت لباس اور زیب وزینت سے نہیں ہوتی، مومن کی عزت کا معیار خوف خدا ہے۔''

ارشادات سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

(۱) اللہ کی قسم! تمہارا جو معاملہ میرے سامنے آئے گا، میرے سوا کوئی اسے طے نہیں کرے گا۔ اگر لوگوں نے میرے ساتھ بھلائی کی، تو میں بھی یقیناً ان کے ساتھ بھلائی کروں گا اور اگر وہ برائی کے ساتھ پیش آئے، تو میں بھی ضرور انہیں سزا دوں گا۔

(۲) اللہ سے ڈرو! مجھ سے درگزر کر کے میرا ہاتھ بٹاؤ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں میری مدد کرو! تمہاری جو خدمات اللہ نے میرے سپرد کی ہیں، ان کے

متعلق مجھے نصیحت کرو! میں تم سے یہ بات کہہ رہا ہوں، ساتھ ساتھ اپنے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں۔

(۳) جو شخص مسلمانوں سے لالچ نہیں رکھتا، اس سے اہل اسلام محبت کرتے ہیں۔

(۴) کسی کی دیانتداری پر اس وقت تک اعتماد نہ کرو، جب تک وہ لالچ سے باز نہ آجائے۔

(۵) جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے، وہ اپنا اختیار اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے اور راز ظاہر کرنے کے بعد وہ اپنا یہ اختیار دوسرے کو دے دیتا ہے۔

(۶) نیکی کے بدلے نیکی کرنا، نیکی کا حق ادا کرنا ہے۔ اصل نیکی وہ ہے جو بدی کے جواب میں کی جائے۔

(۷) حلال و حرام ایک جگہ جمع ہو جائیں تو حرام غالب آجاتا ہے۔

(۸) تین چیزوں سے محبت بڑھتی ہے۔ (۱) مجلس میں دوسرے کو بیٹھنے کی جگہ دینا۔ (۲) سلام کہنا۔ اور (۳) اچھا نام لیکر پکارنا۔

(۹) تھوڑی دنیا لو! آزاد رہو گے، زیادہ لوگے تو پابند ہو جاؤ گے۔

ایک عمل چار حاجتیں

منقول ہے کہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چار شخص حاضر ہوئے۔ ایک نے قحط کی شکایت کی، دوسرے نے کہا کہ میں محتاجی سے تنگ ہوں، تیسرے نے کہا کہ میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے اور چوتھے نے عرض کیا کہ میری زمین باغ نہیں اگاتی۔ چاروں کی فریاد سن کر امام حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کہ تم لوگ استغفار پڑھا کرو! ربیع بن صبیح حاضر خدمت تھے، انہوں نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے نواسے! لوگ مختلف قسم کی حاجتیں لے کر آئے ہیں اور آپ نے سب کو ایک ہی دعا تعلیم فرمائی۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت امام نے فرمایا کہ قرآن کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا ہے کہ (ترجمہ) ''تم لوگ اپنے رب سے استغفار کرو! بے شک وہ بہت معاف فرمانے والا ہے۔ وہ تم پر زور دار بارش بھیجے گا اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغ اور نہریں تیار فرمادے گا۔''

اے ربیع! دیکھ لو! اس آیت میں استغفار کے چاروں فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ بارش ہونا، مال ملنا، اولاد ہونا اور باغ اگنا۔ یہی چاروں کی حاجتیں تھیں، اس لیے میں نے ان چاروں کو استغفار کا ایک ہی عمل تعلیم کر دیا۔

سبحان اللہ! مذکورہ بالا حکایت سے حضرت امام حسن مجتبیٰ کی ایمان افروز دانائی، بے مثال قرآن فہمی اور مجتہدانہ شان کا اعلان ہوتا ہے۔ کیوں نہ ہو؟ جس گھر میں قرآن نازل ہوا، اور جو صاحب قرآن کی آغوش میں پلا پڑھا ہو، اس سے زیادہ قرآن کے اسرار و رموز کو کون جان سکتا ہے؟ مثل مشہور ہے کہ گھر والا ہی سب سے زیادہ اس بات کو جانتا ہے کہ گھر میں کیا ہے؟ سبحان اللہ!

ISLAM THE TRUE RELIGION.....

Asslam-o-Alaikum dear readers!

"Mahnama Ahle-e-Sunnat International" has been contributing its share in spreading Islamic education worldwide since last one year. It has been a demand of our English readers to start English section as well so that the people all over the world may benifit from this magazine. Due to one or the other reasons, this work could not be initiated earlier. But now, the management of the magazine has decided to start English portion at their earliest. We take this opportunity to welcome and encourage the writers all over the world to send their thought-provoking articles about Islam and Muslims.

It is a real dilemma that we people study all kind of literature except Islamic literature. Our youth does not have basic knowledge about Islam, our religion. Releigious scholars say that basic knowledge of Islam is essential to perform Fra'iz (imposed obligations of Islam on all Muslims, like five times prayers, fasting etc.) and other daily activities according to Islamic teachings. As we all know very well that Islam is the only true religion in this universe, and it is the relgion of logic that fits to our minds. We invite Non-Muslims to study Islamic beliefs which harmonize with our common sense. They will automatically be convinced if they only read the theology of Islam.

Our magazine has crossed the borders and it is currently being circulated to more than Eleven countries in the world. So, the English portion is initiated to help understand Islam to newly Muslims and ignorants, to unveil the truth to Non-Muslims, to remove misconception created about Islam, and to quench the thirst of Muslims who dont understand Urdu. You can send your articles through email or through ordinary mails at the address of "Mahnama Ahl-e-Sunnat International". We also need your good suggestions to improve the standard of our English portion, particularly from the people living in countries where English is the first language. We hope and pray from Almighty Allah to succeed us in this noble mission of spreading Islam in the world through our writings.

Zaheer Abbas


Beauty
That refreshes
Quality
That Cares
Inayat
FAN
بہترین سے بہتر
فین
عنایت
بات طے ہو گئی

٧٨٧

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر
والدہ رسول حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک سمیت تمام آثار اسلام کی بحالی
اور حرمین شریفین میں فرقہ وارانہ تبلیغ و لٹریچر کے انسداد کیلئے

کل پاکستان

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کانفرنس

مورخہ 24 مئی 2000 بروز بدھ بعد نماز مغرب

بمقام جامعہ حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

آل برطانیہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کانفرنس
13 اگست 2000 1 بجے دن بمقام گھمگھولیہ مسجد برمنگھم

آل امریکہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کانفرنس
30 جولائی 2000 ایک بجے دن بمقام جرسی سٹی

الداعی الی الخیر: پیر محمد افضل قادری مرکزی کنوینر عالمی تنظیم اہل سنت فون: 0092-4331-521401 فیکس: 0092-4331-521402 ای میل: atas@grt.space.net.pk

---

جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد کا سالانہ ایمان افروز اجتماع

شہادت کربلا کانفرنس

زیر صدارت: استاذ الاساتذۃ شیخ المشائخ حضرت مولانا صاحبزادہ پیر محمد اسلم قادری

10 محرم الحرام ۱۴۲۱ھ بروز عاشورہ صبح 9 بجے تا نماز ظہر

جملہ احباب اہل سنت بالخصوص تلامذہ و مریدین جوق در جوق شرکت فرمائیں۔

منجانب: بزم قادریہ جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد بائی پاس روڈ گجرات